

پندرہویں معارف فخر کراچی

سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

ناصب مدیران: مفتی ظفر خاں، سید سعیج اللہ حسینی، نوپریون - معاون مدیران: غوث الدین، محمد عبید قادری
ڈی - ۳۵، بلاک - ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی - ۷۵۹۵۰
نوں: ۹۲۰۴۳۲۹۸۳۰ - ۳۶۸۰۹۲۰ (۹۲-۲۱)

مرتقب پا: www.irak.pk، وہب گاہ: irak.pk@gmail.com

- ۱ - معارف فیض ہر ماہ کی کمک اور سولہ تاریخوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا اختیاب پیش کیا جاتا ہے، جو اسلام سے وجہی اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والوں کے غور فکر کے لئے اہم یامغاید ہوتی ہے۔
- ۲ - پیش کیا جانے والا لوازم بالعموم بلاتصریح شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کا اختیاب کی وجہ سے ہمارا تقاضہ نہیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی ملک تربیت یا اس سے اختلاف پیش کیا جاوے کو بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔
- ۳ - معارف فیض کوہنہ بنانے کے لیے مفید معلومات کے حصوں یا ان کے ذرائع تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقصد کیا جائے گا۔
- ۴ - ہمارے فرماں کردہ لوازے کے مرید، لیکن غیر تجارتی ابلاغ کی عام اجازت ہے۔
- ۵ - معارف فیض کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ تاہم عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبل بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسروچ اکیڈمی کو اچھی

امریکا نے یورپ کے دفاع میں کلیدی کروارا دا کیا تھا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ذریعے یورپ نے یہ قرض اتنا نے کی کوشش کی اور امریکا کے دفاع میں کلیدی کروارا دا کرنے پر توجہ دی۔ نیٹو کے سامنے ایک ہی آپشن تھا کہ علاقت سے باہر نکل دیا بھروسے وہی سے خروم ہو جاؤ۔ سرجنگ کے بعد کی دنیا میں یورپ کو اپنے خطے سے ہٹ کر کہیں پکھ کرنے میں زیادہ وجہی نہیں رہی۔ یورپ کو سلامتی کے حوالے سے ایسا کروارا مطلوب ہے جو اولین درجے کا نہ ہو یعنی میدان جنگ میں فعال کروارا دا کرنے کی ذمہ داری نہ سوچی جائے۔ ہاں، کسی بھی ملک یا خطے میں اسن برقرار رکھنے اور استحکام پیدا کرنے کی ذمہ داری سوچی جائے تو سوچا جائیں گے۔ یورپ کی طرف سے امریکا کی اتنی مدد تو ہو سکتی ہے کہ وہ اسن واستحکام برقرار رکھنے کی ذمہ داری سے جان چھڑ کر عالمی سطح پر دہشت گروں کے خلاف کارروائیوں کے لیے فوج بیججے۔

اندرونی صفات پر:-

- افغان جنگ کی لاگت
- کیا طالبان کامیاب ہوں گے؟
- دیکھیں کیا اور دکھائیں کیا؟
- طالبان کے ساتھ انترو یو کے بعد خوف ختم ہو گیا!
- برتری اب رہتی کہاں؟
- واغان راہداری
- افغانستان: نئے کھلیل میں برتری کے لیے کہکش جو باسیں ان انتظامیہ اور ترک امریکا اتحادات
- افغانستان: عالمی طاقتوں کا قبرستان۔۔۔
- تیونس بغاوت: دون گئے جا چکے ہیں؟
- افغانستان: جنگ کی خفیہ تاریخ

یورپ کچھ اور سوچ رہا ہے!

افغانستان میں اپنے سفارت خانوں کے افغان اشاف اور مترجمین و معاونین کو خاصی کم تعداد میں قبول کرنے کا عنديہ

دے کر یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ افغانستان میں زیادہ وجہی لینے کے موڑ میں نہیں۔ افغانستان کے حوالے سے اب یورپی قوتوں بہت حد تک تماشائی کے کرواریک مدد وہو کر رہ گئی ہیں۔ وہ افغانستان یا کہیں اور معاملات کی درستی یا تبدیلی میں کوئی بڑا کروارا دا کرنے کے موڑ میں نہیں۔

Judah Grunstein

افغانستان میں صدر اور نائب صدر کے فرار ہو جانے کے بعد حکومت کا خاتمه اور طالبان کی طرف سے مکمل فتح کے بعد کیا کچھ ہوا وہ جیرت ایکیروخی اس لیے نہ تھا کہ کہی کو اندرازہ تھا کہ ایسا ہو گا تاہم جس تیزی سے یہ سب کچھ ہوا وہ بہت سوں کے لیے جیرت کا باعث ضروری ہے۔

جب سے امریکی صدر جو بائیلن نے یہ اعلان کیا تھا کہ طالبان سے کوئی اس معابدہ یا بھراقدار میں شراکت کا معابدہ ہو یانہ ہو، وہاں سے امریکی افواج واپس بانی جائیں گی تب سے

طالبان کی عسکری فتح بہت حد تک وائزہ امکان میں دکھائی دی تھی۔ افغان سیکورٹی فورمز جس تیزی سے بہت ہار کر تھیار ڈالتی گئیں، صوبائی رہنماء جس تیزی سے طالبان کی اطاعت اختیار کرتے گئے اور قومی حکومت جس تیزی سے تخلیل ہوئی اس سے یہ اندرازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ افغانستان کے حوالے سے مغربی تحریک کارروں اور حکومتوں کے تمام اندرازہ محسن خوش نہیں کے عکس تھے، زمینی حقیقوں سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔

وہرے اسیک ہولدرز کی طرح یورپی طاقتوں نے بھی افغانستان سے امریکی اخلا اور اس کے بعد طالبان کی مکان فتوحات کے اڑات کے حوالے سے نیتی کی ناکامی اور اس اتحاد کی سبقتی اہمیت تاکہ اس حوالے سے ہنگامی منصوبہ سازی کی جائے۔ افغانستان میں اب بھی متعدد یورپی ممالک کے باشندے موجود ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یورپی ممالک نے

رکھتا ہے مگر یورپ نے یہ سب کچھ بہت پہلے ترک کر دیا ہے۔ وہ امریکا کی عسکری کارروائیوں میں ساتھ خود تارہ بھی ہے جس کی اپنی سوچ ہے کہ کسی کو طاقت کے بجائے ذہن اور دل کشی کے ذریعے فتح کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے اور یہ فتح دیر پا بھی ہوتی ہے۔ چار پانچ عشروں کے دوران یورپی طاقتوں نے دوسرے خطوں میں عسکری مہم جوئی سے گزیر کیا ہے۔ افریقا میں بھی اس کا کردامد دور ہا ہے۔

تاریخی طبق کے معاملے میں بھی یورپ نے ایسے عمل کامظاہرہ کیا ہے، جس کی اُس سے تو قع نہیں کی جا سکتی۔ پیش یورپی طاقتوں کی سوچ اب یہ ہے کہ دوسرے خطوں کے معاملات میں الجھن کے بجائے اپنے معاملات کو درست کرنے پر زیادہ توجہ دی جائے۔ طالبان سے خونزدہ ہو کر افغانستان سے لوگوں نے یورپ کا رخ کیا تو ان کے معاملے میں لاغتفی اور جسی ہی کامظاہرہ کیا جائے گا۔

ایک عشرے قبل اس وقت کے فرانسیسی وزیر خارجہ یورٹ ویڈرین نے کہا تھا کہ یورپ کاوب طے کر لیا جائیے کہ اُسے بڑی عالمی طاقت بنتا ہے یا پھر سوچر لیڈنگ میں حیثیت اختیار کرنی ہے۔ تب عالم گیریت کا غافلہ تھا۔ افغانستان جیسے چھوٹے اور افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے اس سے یورپ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اب لازم ہو گیا ہے کہ وہ امریکا کی اور سماں کرنے کے لیے عالم گیریت کا سہارا لیا جاسکتا تھا۔ تب یہ جھسوں کیا جانے لگا تھا کہ یورپ کو محض زم قوت پر انحصار نہیں کرنا چاہیے بلکہ عسکری قوت پر ہونے پر بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ مغرب کو عراق، بیرونی صومالیہ، بینزال افریقہ، اسی پہلک اور اب افغانستان میں ناکامی کا منہ دکھنا پڑا ہے۔ ما جوں میں تبدیلی جیسے ہرے جنینگ کیں باہر سے نہیں آرہے بلکہ ترقی یا نہاد نہیں کے مرکز سے ابھرے ہیں۔ اپنے میں یورپ ایک بار پھر طاقت کے استعمال سے گزیر ہی کی پالیسی پر عمل ہی پر اپنے کے مودہ میں دکھانی دے رہا ہے۔ اب پھر ایسا لگتا ہے کہ یورپ کو ایک ایسے قلعے کی حیثیت دینے کا عمل شروع ہو سکتا ہے جس میں صرف کاروباری افراد اور انتہائی مالدار ایسا ہوں کو آنے دیا جائے۔

یورپ کاونٹن تبدیل کرنے میں افغانستان نے اہم کردار ادا کیا ہے گریزوں وہ واحد ملک نہیں جس کے معاملات نے یورپ کی سوچ بدلتی ہے۔ یورپ چاہتا تھا کہ دنیا کو اپنی طرف بلائے اور اُس کے دکھوں کا تھوڑا بہت معاوا کرے اور اب وہ چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دنیا سے بچائے۔ (ترجمہ: محمد احمد نان)

"The Afghanistan Debacle Is Another Step Toward 'Fortress Europe'".
("worldpoliticsreview.com". Aug. 17, 2021)

محر اوقیانوس کے دو کناروں کے درمیان افغان جنگ کے تیجے میں چند ایک فوائد کی راہ بھی ہمارا ہوئی۔ سفارتی سطح پر ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ ایران سے وسیع الیاد مذاکرات اور جوہری پروگرام پر ڈیل ممکن ہو سکی اور دوسری طرف روں کی طرف سے کم بھی کے روں سے الحاق کے تناظر میں فداع موڑ بنانے کے لیے امریکا کی طرف سے یقین دہیاں سامنے آئیں۔ اس سے یہ بھی ہوا کہ ضرورت پر نے پر یورپ کیں بھی اپنے طور پر عسکری کارروائی کرنے کے قابل ہوا۔ یورپ میں ایک مدت سے یہ آواز لگائی جا رہی ہے کہ یورپ کو اب اپنے طور پر زندہ رہنے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ فرانس نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ یورپی یونین کو اسٹریچ چک خود مختاری ملنی چاہیے۔ چار ماہ کے دروان البتہ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ دنیا بھر میں کیسی بھی امریکا کو ساتھ ملائے بغیر کوئی بڑی عسکری کارروائی یورپی یونین کے میں کیا ہاتھیں۔ جب امریکی صدر جو بینالنیشنیکوں کے درشنا کرائے۔ عراق پر امریکا اور اتحادیوں کے جملے کی فرانس کی قیادت کا شوق تھا اور یہ شوق وہ تجویز پورا کرتا رہا۔

فرانس نے ۲۰۰۴ء میں اپنے فوجی دستے افغانستان نیچج کر امریکا سے انتدابات کے خاتمے کے ایک اہم تیجے کے درشنا کرائے۔ عراق پر امریکا اور اتحادیوں کے جملے کی فرانس نے شدید مخالفت کی تھی۔ اس مخالفت نے امریکا اور فرانس کے تعلقات میں کشیدگی پیدا کر دی تھی۔ یہ معاملہ آگے بڑھاتو فرانس وہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر قائم کیے جانے والے اتحاد کی اسٹریچ چک کا نام تک پہنچا۔ افغانستان میں امریکا کا ساتھ دینے پر فرانس اور دیگر یورپی طاقتوں کو جھسوں ہو چکا ہے کہ امریکا کے دفاع کی ذمہ داری یورپی یونین کو سونپنے کے حوالے سے امریکا کی مخالفت سے بجا تباہ کا موقع ملا۔ افغانستان اور عراق کی بڑتی ہوئی صورت حال نے یورپی یونین کے لیے بھی کچھ نیا پیدا کیا۔ جب اس نے وہشت گردوں کے خلاف امریکا کا ساتھ دینے پر رضامندی ظاہر کی تو چاڑ، صومالیہ اور دیگر ممالک میں اہم و اسٹکام برقرار کئے کامشن ملا۔ ہاں، فرانس کے اس وقت کے صدر کشیدگی زیادہ ویرقرار رہتی وکھانی نہیں دیتی کیونکہ یورپ کے پاس امریکا کے سوا کوئی نہیں جو دفاع کی ذمہ داری قبول کر سکے۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیا ہے کہ یورپ طاقتوں پر عظم کے موڑ دفاع کی ذمہ داری خود کوں نہیں کرنا چاہتیں۔ بیسویں صدی کے دوران یورپ نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ایک بڑا سبق تو یہ سیکھا گیا ہے کہ عالمی سطح پر کچھ پانے کے لیے طاقت کا استعمال لازم نہیں۔ یعنی الوجہ کی ترقی اور معیشتی استحکام کے ذریعے بھی بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ امریکا اب تک طاقت کے بے لگام استعمال پر یقین

یورپ کو افغانستان سے ایک اور سبق سیکھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ کہ وہشت گردوں کی جلاش میں کہیں بھی جا گھسنے اور کسی بھی قوم کی "تغیر" کے حوالے سے فعال ہونے کی ضرورت نہیں۔

افغان جنگ کی لاگت

Christopher Helman - Hank Tucker

ڈالر اس جنگ پر خرچ کیے گئے۔ اُکل سام نے طالبان کو افغانستان میں ریاستی و حکومتی امور سے الگ تھا جنگ رکھنے پر جو رقم خرچ کی وہ جیف پیروز، یہاں مک، مل ٹیکس اور دیگر ۳۰۰ رابر ترین امریکیوں کی مجموعی دولت سے زیادہ ہے۔ ۸۰۰ رابر ڈالر سے بھی زیادہ رقم جنگ کی برآمد راست لاگت کی مد میں خرچ ہوئیں۔ کم و بیش ۸۰ رابر ڈالر افغانستان کی اس فوج کی تربیت پر خرچ کیے گئے جو طالبان کی پیش رفت دیکھتے ہی مظہر سے غائب ہو گئی۔ افغان فوج کے منظر سے غائب ہونے کا عمل جو لائی کے اوکل میں امریکا کی جانب سے بگرام ایئر میں کے خالی کردیے جانے سے تیز ہوا کیونکہ بگرام ایئر میں خالی کرنے کا مطلب یہ تھا کہ طالبان کی پیش قدمی روکنے کے لیے فضائی کارروائیاں نہیں کی جائیں گی۔ امریکی ٹکس دہندگان افغان فوجیوں کی تنخواہوں کی مد میں سالانہ ۵ کروڑ ڈالر دیتے آئے ہیں۔

براؤن یونیورسٹی کے ”کاست آف وار“ پر جیکٹ سے وابستہ محققین کے مطابق افغانستان پر امریکا نے مجموعی طور پر ۴۲۰ رابر ڈالر خرچ کیے۔ جانی تھا ان کو بھی وہن نہیں رکھا جائے تو جنگ کی لاگت مزید بڑھ جاتی ہے۔ افغانستان میں ۵۰۰ رابر امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ ہزار امریکی سول بیان کنٹریکٹر بھی موت کے گھاٹ اترے۔ افغان مشری پولیس کا جانی تھا ان ۶۰ ہزار نفوس کا ہے۔ ۷۰ ہزار عالم شہری ہمارے گے اور اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے اہم رہنماء جنم کا جو ہلاک ہوئے۔

افغان جنگ میں زخمی ہونے والے ۴۰ ہزار فوجیوں اور سول بیان کنٹریکٹر کی دیکھ بھال پر ۳۰۰ رابر ڈالر خرچ ہوئے اور مزید ۵۰۰ رابر ڈالر خرچ کرنا پڑے گا۔ صاف بات ہے کہ امریکا کے لیے ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ افغانستان سے مکمل انخلاء کے بعد بھی بہت کچھ خرچ کرنا پڑے گا۔ صاف بات ہے کہ امریکا نے افغان جنگ میں ادھاری ہوئی رقم لٹکائی ہے۔ براؤن یونیورسٹی کے محققین کہتے ہیں کہ قرضوں پر سود کی مد میں ۵۰ ڈالر پہلے ہی خرچ کیے جا پکے ہیں۔ یہ ۵۰۰ ڈالر جنگ کی مجموعی لاگت (۲۲۰ ڈالر) کا حصہ ہے۔ ۲۰۵۰ تک جنگ کے قرضوں پر سود ۲۵۰۰ رابر ڈالر تک پہنچ سکتا ہے۔ گواہ امریکی شہری کے حصے میں ۲۰ ہزار امریکی ذمہ داری آئے گی۔

جو باسیں پر تقید کی جا رہی ہے کہ انہوں نے افغانستان سے مکمل امریکی انخلائی جامع منصوبہ سازی نہیں کی جس کے نتیجے میں ہر لوگ بھی۔ یہ انخلاء ہوا ہی چاہیے تھا کیونکہ افغانستان

امریکا میں ایک مدت سے یہاں اواز اٹھائی جا رہی ہے کہ خاچہ پالیسی کو عکسیت کی بنیاد پر استوار رکھنے سے گریز کیا جائے۔ امریکا نے دنیا بھر میں پیار کر رکھے ہیں اس کے نتیجے میں اس کی ذمہ داریاں بھی ہو رہی ہیں اور اخراجات بھی۔ نائن الیون کے بعد سے اب تک ہیر و فنی بنتگلوں پر امریکا کے ۲۲۰۰ رابر ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ فریقین کی لاکھوں بلاکیں ہوئی ہیں۔ لاکھوں افراد زخمی ہونے کے بعد جسمانی یا ہنی معذوری اور نفیسیتی چھپی گیوں کا شکار ہوئے ہیں۔ عراق میں امریکی مداخلت کے نتیجے میں بد عنوان، نا اہل اور فرقہ پرست حکومت قائم ہوئی جس کے روکیں میں داعش پیدا ہوئی اور القاعدہ نے بھی سراخایا۔ ۱۴۰۰ء کے قتل عام میں بلوٹ ہونے والی عراقی فوجر میں اتنی اخلاقی جرم اسٹنچی کر داعش کے سامنے نیک نکتیں۔

افغانستان، عراق اور شام کی صورت حال میں امریکا کے لیے ایک بڑا سبق یہ تھا کہ ہر معاملے میں عکسیت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر میں مداخلت کے نتیجے میں نا اہل اور کرپٹ حکومیں مرضی وجود میں آتی ہیں۔ امریکا جہاں بھی مداخلت کرتا ہے وہاں معاملات زیادہ خراب ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں امریکا کے دمین زیادہ قوت کے ساتھ ابھرتے ہیں اور جنگ کی لاگت بڑھ جاتی ہے۔ امریکا نے افغانستان پر سو دوست انکرکشی کے بعد جاہدین کی مدد کی جن کی کوکھ سے بعد میں القاعدہ اور طالبان نے جنم لیا۔ عراق اور شام میں امریکی مداخلت کے نتیجے میں داعش ابھری اور کسی حد تک القاعدہ نے بھی ہرگز۔

امریکا کے خلاف بہت سے خطرناک منصوبے ان جیلوں میں تیار کیے گئے جو امریکی فوج نے قائم کیں۔ امریکا جو کچھ کرتا آیا ہے وہ اب پہٹ کر اس کی طرف آ رہا ہے۔ اسے ہم مکافات عمل بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھو دتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ امریکا نے جن لوگوں کو فائدہ اور تربیت کے علاوہ تھیار بھی دیے وہ بعد میں اسی کے خلاف ہو گئے اور اس کے مفادات کو تھان ن پہنچانے پر مل گئے۔ امریکا کے علاوہ اس کے یورپی حاشیہ برداروں کے مفادات پر بھی ضرب لکائی جاتی رہی ہے۔ نائن الیون کے بعد امریکا نے افغانستان میں دو عشرہ رواں کے دوران کم و بیش دو ہزار ارب ڈالر رہشت جنگ کے خلاف جنگ کے نام پر خرچ کیے ہیں۔ گواہ ۲۰ سال تک یومنیہ ۳ کروڑ

طالبان نے افغانستان کے طول و عرض میں پوں کامیابی حاصل کی گیا تکلیسی کو نہیں ہو۔ ایک ماہ سے بھی کم مدت میں بیشتر سیکورٹی فورمز موم کی طرح پکھل گئیں اور صدر اشرف غنی نے فرانس کو رہنماد عرب امارات میں پناہی۔ سوال یہ ہے کہ افغانستان میں امریکا کے ماذی و ”انسانی“ ٹالوں کا کیا ہو گا۔ طالبان امریکی فوجیوں کی چھوڑی ہوئی گاڑیوں میں گھوم رہے ہیں۔ ہیلی کاپڑا اور دوسراہ بہت سا جنگی ساز و سامان بھی طالبان کے ہاتھ لگا ہے۔ کامل ایئر پورٹ پر دل دہلا دینے والے مناظر و کھانی دیے امریکی صدر جو باسیں پر شدید تقید کی جا رہی ہے کہ انہوں نے افغانستان سے اخلاقی کرنے کے لیے جامع منصوبہ سازی نہیں کی فوجر کے حوالے سے یہ تو کہا جا رہا تھا کہ وہ تاریخ پر حرامت نہیں کر سکیں گی۔ مگر وہ پوں راتوں رات پکھل جائیں گی، یہ تو کسی نے سوچا بھی نہ تھا۔ امریکی صدر جو باسیں نے تسلیم کیا ہے کہ افغان جنگ میں امریکا کو غیر معمولی جانی و مالی تھصان برداشت کرنا پڑا اور یہ کثیں سل سے تعقیل رکھنے والے مزید فوجیوں کو اس لاثناہی جنگ کی بھی میں نہیں جھوکا جاسکتا۔

امریکی اخبار ”وائلٹن پوسٹ“ کے لیے کریگ ڈلاک نے ”افغانستان بیپرے“ کے زیر عنوان ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس جنگ کے شدید مقی اڑاٹ کے حوالے سے تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ ۱۳ راگت کو شائع ہونے والی اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ امریکی حکام کو بہت پہلے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ افغانستان میں جس فوج کو انہوں نے پرداں چڑھایا ہے، فنڈنگ کی ہے اور تربیت بھی فراہم کی ہے وہ طالبان کا سامان نہیں کر سکے گی۔ ایک طرف تو کرپٹ بہت بڑے پیالے پر کی گئی اور دوسری طرف نا اہلی تھی۔ بہت سی چوکیوں پر تھیات نوجی بہت پہلے فراہم ہو چکے تھے کیونکہ خود ان میں اتنی اخلاقی جرم اسٹنچی کہ طالبان کا سامنا کر سکتے اور پھر وہ اسی حکومت کا ساتھ کیوں دیتے جس نے کرپٹ کے سوا کچھ نہیں کیا۔ چوکیوں کا یہ حال تھا کہ ان میں گولا برود تھا نہ راشن۔ افغان فوج کے طاقتوں ہونے سے متعلق دعوے امریکا میں عوام کو دھوکا دینے کے لیے کیے گئے تھے۔

کیا طالبان کامیاب ہوں گے؟

اسداحمد، کراچی

آتا تھا، انہوں نے کوئی دستوری ڈھانچا بنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی، ملا عمر کی بیعت کے سوا نظام حکومت کی کوئی بنیاد موجود نہیں تھی، شورائیت جو اسلام کی روح ہے ناپید تھی۔

(پاکستان حاصل اور مستقبل)

امیر کا افغانستان میں ناکام ہو گیا، مگر کیا طالبان کامیاب ہوں گے؟ کیا طالبان ایک "پائیزار" اور "مغلام" سیاسی نظام تشكیل دے سکیں گے یا پھر کسی نئے تنصیم کی بنیاد رکھیں گے؟ کیا نیا سیاسی نظام فرد و اداروں کے تالیع ہو گا یا پھر دستور اور مضبوط اداروں کے بنیاد پر کھڑا ہو گا؟ ان سوالات کے جواب ہی طالبان کی تھی فتح اور افغانستان کے مستقبل کا تھیں کریں گے۔

طالبان اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں، اس لیے نہیں اس پار ایک ایسا سیاسی نظام تشكیل و بنیاد و کجا جواہر اسلام کی سیاسی تعلیمات اور اصولوں کے مطابق ہونے کے بنا میہ پیشون روایات کا عکس ہو۔ طالبان کے پڑوں میں اسلامی جمہوریہ ایران کی کھل میں ایک مذہبی ریاست داخلی استحکام، معنوی اعتماد اور مبنی الاقوامی تعلقات برقرار رکھتے ہوئے گزشتہ ۲۰۰۲ سال سے نظام حکومت چلا رہی ہے اور آج ایک مؤثر علاقائی طاقت ہے۔ طالبان ایران سے بہت کچھ میکھے سکتے ہیں، وہاں کبھی اقتدار ملاؤں کی کرفت میں ہے مگر اصلاح پسندی کا حصہ ہیں۔ ایک طرف میر مظہم کا طاقتو ر عہد ہے وہری جانب منتخب صدر ہے، ولایت قیہہ ہے تو جمہوریت کی ہے، شورائی نگہبان ہے تو پاریمان ہی۔ پاکستان ۲۰۰۲ء میں اسلامی عدالت کی تظمین نے بھی نہایت شیوخ کا ہوتا تھا، (پاکستان حاصل اور مستقبل، صفحہ ۱۷)

کامیابی اور عمدگی سے صوبائیہ کا انتظام سنپھلتے ہوئے وہاں

اکن و امان بحال کر دیا تھا۔ یہ سول سال کے عرصے میں پہلا موقع تھا جب موعادی مشو تحد اور پر سکون تھا۔ گیارہ سال بعد ایک پورٹ کھول دیا گیا تھا۔ موعاد مشو طویل عرصے بعد ایک نہایت صاف سفرے شہر میں تبدیل ہو گیا تھا، وہ سال بعد پورٹ کو فال کر دیا گیا تھا لیکن علاقائی و عالمی طاقتوں کو یہ سب گوارہ تھا اور چند ماہ بعد ہی اس تھوپیا سے حملہ کروایا گیا۔ امریکی یا ہمارے چوپکھے صوبائیہ میں ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

طالبان افغانستان میں شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ طالبان کے قیام میں ناکام ہو گئے تھے۔ شیعی اتحاد اور طالبان کے درمیان لڑائی جاری رہی۔ اسی عدم اتفاق نے امریکا کو جنگ کے بعد مقامی قاضی حسین احمد کی رہائی کی۔ ہقول سابق امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد: "طالبان کی کوتاہی یہ تھی کہ وہ اپنی پوری قوم کا خوش دلانے تھا اور حاصل کرنے سے بے نیاز طالبان سے پہلے ایران و سعودی عرب میں بھی شرعی قوانین ہو گئے تھے، اُنہیں اپنے سو اپورے افغانستان میں کوئی نظر نہیں

ناہز تھے، مگر یہ صورت حال پیدا نہ ہوئی تھی..... اگر طالبان کے اقدامات سے شرعی قوانین کے خلاف پر ویگنڈہ شروع ہوا تو داعش کے ذریعے "خلافت" کی اصطلاح کے خلاف عالمی سطح پر اتنا منظم پر ویگنڈہ اکیا گیا کہ آج محض غلط فہمی کی بنیاد پر غیر مسلموں کیا کچھ مسلمان بھی "تفاوٹ شریعت" اور "خلافت" کا نام سن کر گھبرا جاتے ہیں۔ طالبان کو یہ خیال رکھنا ہو گا کہ وہ اپنے اقدامات سے اسلام کی روح کو تھان نہ پہنچا سکیں۔

افغانستان کو اس کے پڑوں ممالک اپنے مفادات کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ وہ گزشتہ ادوار میں افغانستان کے اندر وطنی معاملات میں مداخلت کرتے رہے ہیں۔ شاید یہ ممالک مغلام اور خود مختار افغانستان کو اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ گواہ بار جنین، روس، ایران اور پاکستان سب ہی وہ پا اُن کی خواہش کا انتہا کر رہے ہیں مگر چیخنی پر جگہ موجود ہیں۔

طالبان کو یہ سمجھنا ہو گا کہ حکومت بنانے سے پہلے اور اقتدار میں آنے کے بعد کی صورت حال میں زمین آسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ جب تک وہ غیر ملکی طاقتوں کے خلاف مراجحت کر رہے تھے، وہ اپنے ہم خیال افراد کے لیے ہیرہ تھے۔ قابضین کے خلاف لڑنا افغانوں کی روایت رہی ہے۔ مگر اب جبکہ وہ ملک کے حکمران ہوں گے تو انہیں جا چکے کے معیارات اور تقاضے بدل جائیں گے۔ یقیناً ۲۰۰۲ء میں امریکی قبضے کے دوران پوری ایک نسل جوان ہوئی ہے، بہت سے ادارے بننے ہیں، لوگوں کی ذہن سازی ہوئی ہے، طالبان کو تمدن پہلو سامنے رکھنا ہو گے۔

﴿﴾﴾

بقیہ: افغان جنگ کی لاگت

میں جنگ کو مژہ بیڑا جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔ امریکا نے افغانستان، عراق اور شام میں ہزاروں ارب ڈالر کا خسارہ بھکھتا ہے۔ اب اُسے اپنی خارجہ پالیں پر نظر نافی کرنی ہی چاہیے۔ عسکری قوت پر اندر ہما اعتماد کرنا مزیہ خطرناک تناخ بیدا کر سکتا ہے۔ مفارکت کاری کو بہت بیچھے دھکیل دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ اب مفارکت کاری کو موقع دیا جائے۔ امریکا عسکری قوت پر بھروسہ کرنے کے بجائے عالمگیر ایک عمل کی راہ پر گامزن ہو تو بات بنتے۔

(ترجمہ: محمد احمد خان)

"The war in Afghanistan cost America \$300 million per day for 20 years, with big bills yet to come". ("Forbes Magazine", August 16, 2021)

﴿﴾﴾

برداروں کا ساتھ دیا تھا۔ یہ لوگ بہت حد تک جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کے قتل عام میں سہولت کار کا کردار خاصی بے شرمی اور سفا کی سے ادا کیا تھا۔ یہ لوگ اس قدر بد حواس تھے کہ جب ایک بڑا امریکی فوجی طیارہ کامل ایئر پورٹ سے روانہ ہوا تو یہ اس کے پروپری حصوں پر سوار ہو گئے اور پھر ان میں تین چار خاصی بلندی سے گر کر ہلاک ہوئے۔ کامل ایئر پورٹ پر ہجوم کو بے قابو ہوتے دیکھ کر وہاں تین دن امریکی فوجیوں نے فائر کھول دیا جس کی زد میں آ کر پانچ افراد ہلاک ہوئے۔ یہ شدید بد حواسی تھاتی ہے کہ انہوں نے دوسروں کے دوران اپنے ہم وطنوں سے کیا سلوک کیا تھا۔ سوال طالبان سے خوف کھانے کا نہیں تھا۔ جن لوگوں نے امریکا اور یورپ کی طاقتوں کا ساتھ دے کر ہم وطن خواستہ، پہلوں اور بزرگوں کو موت کے گھٹات اتنا تھا اُن کے دوڑا، بھلا کیوں انہیں چھوڑتے؟ جب تک کامل میں حکومت اپنائی قابل ریک ہے۔ ایسے میں یہ تو قع کیوں کر کی جاسکتی تھی کہ کرپشن کی دلدوں میں گلے تک دھنسی ہوئی افغان نیشنل فورسز طالبان کے آگے بیک ستیں۔ افغان سیکورٹی فورسز نے جو کیا وہ کسی بھی درجے میں حیرت انگیز نہ تھا۔ ہاں، اگر کوئی چیز واقعی حیرت انگیز ہے تو وہ ہے طالبان کی طرز فکر عمل۔ طالبان نے غیر معمولی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہے اور کوئی بھی ایسی بات نہیں کی جس سے کسی کو کچھ خاطر پیغام ملے، خداشتم لیں۔

مغربی میڈیا کی بے نی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ۱۲ اگست کو اُن کے پاس کامل ایئر پورٹ پر پائی جانے والی افرافری کے سوا کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ چند بیچھوڑوں کے ہاتھوں کنوں گھدروں میں دُکبے ہوئے تھے۔ مغربی میڈیا کی بے نی کو کوشش کی گئی کہ کامل میں تو قیامت برپا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کامل میں سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ حکومت ختم ہو گئی مگر لوگ مطمئن تھے۔ سڑکوں پر ٹریک معقول سے کہیں زیادہ تھی۔ حکومت کے ختم ہونے پر تو شدید خوف کا ماحول پایا جاتا ہے اور لوگ گھروں میں دُکب جاتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ بر طالبی کے بیجان پر در اخبار ”ڈیلی میل“ نے اسکوں کی چند طالبات کی تصویر شائع کی جو اسکارف لگائے ہوئے اسکوں جاری تھیں۔ کرپشن میں یہ بتایا گیا کہ طالبات نے طالبان کے خوف سے اسکارف لایا ہوا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں بچیاں مگر سے نکتے وقت اسکارف لیتی ہیں۔ بتانے کی بات یہ تھی کہ جس دن ملک کے دار الحکومت پر طالبان متصرف ہوئے اور حکومت ختم ہوئی اُس دن بھی شہر میں اس حد تک اس نے اسکوں کھلے رہے اور لوگوں نے بچوں، بچیوں کو اسکوں بھیجنے میں دوسرا بھی خوف محسوس نہیں کیا۔ مغربی میڈیا نے کھیانی میں کھما نوجے باقی صفحہ نمبر ۱۵

دیکھیں کیا اور دکھا نہیں کیا؟

تھیا رہا لے اور ایک طرف ہٹ جانے کو تھی جی دی؟

ایو صباحث

افغانستان میں وہ ہوا جس کا سوچا بھی نہیں گیا تھا۔ یہ ہے کہ بعد عنوانی انسان کے ضمیر کو مٹلا دیتی ہے، روح کو جھلنی کر دیتی ہے اور پھر اتنی اخلاقی ہست باتیں نہیں رہتی کہ زمینی حقیقوں کا سامنا کیا جائے۔ طالبان نے سخت نامساعد حالات میں زندگی بسر کی ہے۔ دوسروں کے دوران انہیں مسلسل بڑا پڑا ہے اور وہ بھی جدید ترین تھیاروں کے بغیر۔ ان کے پاس پلاٹائز بھی کبھی مطلوبہ مقدار میں نہیں رہیں۔ پھر بھی وہ میدان میں ڈالنے رہے۔ مغرب کی ترقی یا انتہا قوم سے تعلق رکھنے والے فوجیوں کا طالبان نے جس پارادی سے سامنا کیا وہ اپنائی قابل ریک ہے۔ ایسے میں یہ تو قع کیوں کر کی جاسکتی تھی کہ کرپشن کی دلدوں میں گلے تک دھنسی ہوئی افغان نیشنل فورسز طالبان کے آگے بیک ستیں۔ افغان سیکورٹی فورسز نے جو کیا وہ کسی بھی درجے میں حیرت انگیز نہ تھا۔ ہاں، اگر کوئی چیز واقعی حیرت انگیز ہے تو وہ ہے طالبان کی طرز فکر عمل۔ طالبان نے غیر معمولی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہے اور کوئی بھی ایسی بات نہیں کی جس سے کسی کو کچھ شاہ ہو گے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا ملک طالبان کا ہو گیا۔

کیا واقعی طالبان اتنے طاقتور تھے کہ انہیں یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ملتا؟ طالبان کی طاقت ایک حقیقت ہے مگر اس سے بڑی حقیقت ہے باقی ملک کی کمزوری۔ حکومتی سیٹ اپ اپنائی کمزور ہو چکا تھا۔ کہ پشنهن نے حکومت کی جزوی کو محلی کردی حصہ افغان حکومت کی کرپشن کے قصے ایک زمانے سے مغربی میڈیا میں شائع ہو رہے ہیں۔ کرپشن کس حد تک تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایے کہ امریکا نے دوسروں کے دوران افغانستان کی نیشنل سیکورٹی فورسز کا معیار بلند کرنے کے لیے کم و بیش ۸۰ رابر ڈالر خرچ کیے۔ اتنی بڑی فنڈنگ کہا تھا کہ اس کی کچھ تباہی نہیں۔ افغان سیکورٹی فورسز میں تو ایسا کچھ تباہی نہیں کہ وہ طالبان کے سامنے بیک نہیں۔ امریکی صدر جو بایدن نے کامل پر طالبان کی فتح سے پدرہ دن پہلے کہا تھا کہ طالبان کو نیشنل سیکورٹی فورسز کی طرف سے غیر معمولی حراست کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اس کے پاس جدید ترین تھیار، طیارے اور تیلی کا پڑھیں۔ گویا افغان فورسز فضائی کارروائیاں کرنے کی پوزیشن میں تھیں۔ تو پھر ایسا کیا ہوا کہ انہوں نے طالبان سے لانے پر

ہے کہ انہیں کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ ششم دوران ایک
ٹی وی چینل آرٹی اپنے پیشوا کی سماں تک میں جنہوں نے بدھ کو
ایک ویڈیو بیان جاری کرتے ہوئے بتایا کہ طالبان نے انہیں
ان کے وظائف میں واپس ہونے سے روک دیا ہے۔

شبہم دوران کا کہنا تھا کہ ”گزشتہ رات ہی طالبان ترجمان ذیع اللہ جاہد نے اعلان کیا تھا کہ خواتین اپنی ملادہ متوفی پر جاسکتی ہیں۔ آج جب میں آرٹی ائے کے دفتر پہنچ تو مجھے اُسی اسکرین پر آئے کی اجازت نہیں دی گئی۔ طالبان نے کہا کہ آپ اُنیں اپنی افسوس میں نہیں جاسکتیں اور تم آپ کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔“

اسی غیر لائقی صورت حال کے پیش نظر افغانستان میں
لئنے والی خواتین کا کہنا ہے کہ جب تک طالبان ان سے متعلق
اپنی حکمیت عملی تکمیل طور پر واضح نہیں کرتے، ان کے سروں پر
خوف کے باول مند لا تھے رہیں گے۔

(بکالریو: "وائس آف امریکا" - ۱۹ اگست ۲۰۲۱ء)

三

باقیہ: افغانستان: نئے کھیل میں برتری کے لیے کمکش مصنفوں اور بر طانوی خبر رسان ادارے کی سابق صحافی مارزا مکڈونلڈ کہتی ہیں کہ افغانستان پر طالبان کا تصرف قائم ہو جانے سے بھارت کو دھپکا ضرور لگا ہے تاہم انہی دلیلی کے لیے کھیل کمل طور پر ختم نہیں ہوا۔ جو کچھ ہورہا ہے وہ اُزراے ہوئے زمانے کا اعادہ نہیں۔ اس پارسکی غیر معمولی حد تک مختاط ہیں۔ یہ حقیقت بھی اندر انداز نہیں کی جاسکتی کہ آج کا بھارت پاکستان سے معاشری طور پر ناکن الیون کے وقت کے بھارت سے زماں دھڑپڑتے۔

طالبان کے ایک سینئر رہنماؤ حیدر اللہ ہاشمی نے بر طابوی خبر رسالہ اور اسے کوہتاںیا ہے کہ افغانستان کی معاشری حالت بہت خراب ہے۔ ایمان، امریکا، روس بھی سے غیر معمولی بیانے پر مدد درکار ہے۔ وحید اللہ ہاشمی کا کہنا تھا کہ امید ہے یہ تمام ممالک افغان عوام کی مدد کریں گے، بالخصوص صحیب عامہ، کاروبار اور کانگنی کے شعبے میں۔ وحید اللہ ہاشمی کہتے ہیں کہ ہماری ایک بنیادی فرماداری ایسے حالات پیدا کرنا بھی ہے کہ تمام بڑی اور علا قائمی ممالک ہمیں خوش ولی سے قبول کریں۔

(will be at 4:30 p.m.)

"Analysis: China, Pakistan, India jockey for position in Afghanistan's new Great Game". ("reuters.com").

طالبان کے ساتھ انٹروپوکے بعد خوف ختم ہو گیا!

افغان خاتون صحافی بہشتہ ارغند کی گفتگو

بیٹی کہاں ہو؟ جلدی گھر واپس آجائے، طالبان شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ یقفرے افغان خاتون صحافی یہ ہدایت از عدکی والدہ کے ہیں، جو ۵ اگست کی دوپہر کاہل پر طالبان کے قبضے کے بعد خوف زدہ ہو گئی تھیں اور انہیں بیٹی کی زندگی کے بارے میں فکر لاقر تھی۔ یادداہ از عدک افغان ٹیلی و ڈن نیٹ ورک "طلوون" کے ساتھ وابستہ ہیں اور گزشتہ کئی رسول سے صحافت کے شعبے میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔

تو اکروار حکومت کاہل میں طالبان کے داخل ہونے کے وقت کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے تماشا کرو کر کی ذاتی

کام کے سلسلے میں بازار گئی تھیں جب انہیں گھر سے کال موصول ہوئی۔

وہ سے پیدا ہو رہے تھے کہ کہیں طالبان کو ان کے سر کے دو پٹے کے اسماں پر اعتراض نہ ہو، ان کا لباس کہیں انہیں ناگوار نہ گزرے۔ تاہم جیسے چیز پروگرام آگئے پڑھتا گیا تو انہیں اطمینان ہوتا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ پروگرام کے آخر میں طالبان مہمان ان کے پاس آئے اور کہا ”بہن آپ سے مل کر خوش ہوئی۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، سب کچھ ٹھیک واں آف امریکا سے بات کرتے ہوئے یہ شہد کا کہنا تھا کہ ان کے گھر والوں کے خوف کا عالم دیکھنی تھا، کیوں کہ طالبان ان کے گھر کے پاس سے ہی گزر رہے تھے۔ ان کے بقول، یہ سب کچھ افغان عوام کے لیے حیرت انگیز تھا کیوں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ طالبان شہر سے بہت دور ہیں اور ان کی توجہ دیگر علاقوں کی جانب ہے۔

ان کے مطابق افغان عوام کو یقین بھی تھی کہ اگر حالات
مزید سُکھنی اختیار کرتے ہیں تو حکومت اور طالبان جنگ بندی یا
کسی سمجھوتے پر تشقق ہو جائیں گے۔ افغان صحفی کا کہنا تھا کہ
کمال موصول ہونے کے بعد انہوں نے گھر کی راہ لی۔ گھر پہنچ
کر میل و وزن آن کیا اور سوچل میڈیا و موب سائنس دیکھیں تو
طالبان تمام طراف بھیل پچھے تھے جس کے بعد ان کے خوف
میں پینی طور پر اضافہ ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ طالبان کے سابقہ
دور کے قصے کہایاں سنی تھیں اور ایک خاتون ہونے کے ناتے
ان کا خوف زدہ ہوا تھی تھا۔

یہ شدید ارغند کے مطابق، طالبان نے ان کے میل و مژن اشیش کا سمجھی دوڑہ کیا تھا اور انتظامیہ کو آگاہ کیا تھا کہ وہ اپنی تحریک میں اپنے مذکورہ افراد کو اسی طرز کی تربیت کرنے کی اجازت ہو گئی۔

نذریات جاری رکھ سکتے ہیں، جس کے بعد انہوں نے اپنے ادارے سے رابط کیا اور منگل کوڈ یونٹ پر حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بتایا کہ دفتر کا ماحول اگر چہ زیادہ خوش گوارنیس تھا تاہم خراب بھی نہیں تھا۔ صحیح سوریے انہوں نے طلوع نیوز کے خبرنے سے کہا تھا غاز کیا۔ پشتو کے مطالعہ صحیح نوبجے

برتری اب رہی کہاں؟

Howard W. French

کرتی ہیں۔ امریکا میں عامی معیار کے اختیلیت تیار کرنے کے لیے قوی سطح کا کوئی پروگرام نہیں چلا جاتا۔ یہ سب کچھ بہت حد تک ایڈیاک بنایا پر ہوتا ہے اور بہت بڑے بیانے پر یا مرکز نویت کی فنڈنگ بھی نہیں کی جاتی۔ اس کے باوجود اپیکس اور دیگر عامی مقابلوں میں امریکا کے اٹھلیٹس اور شیمن بہت بڑے بیانے پر کامیاب حاصل کرنے میں کامیاب رہتی ہیں۔

یہ سب کچھ کی بھی شخص کو دونوں ممالک کی طرز حکومت کا جائزہ لینے کی تحریک دیتا ہے۔ امریکا میں شخصی آزادی غیر معمولی نویت کی ہے اور حکومتی نظام قدرے غیر مرکز ہے یعنی مرکز کے ہاتھ میں سب کچھ نہیں۔ دوسری طرف چین میں معاملہ یہ ہے کہ ریاست نے بھی کچھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ امریکا میں جو حکومتی نظام کام کر رہا ہے وہ بہت سی ذمہ داریوں یا واجبات کا بھی حاصل ہے۔ کورونا وائرس ہی کی مثال لیجئے۔ اس وبا سے نجات پانے کی حکمت عملی کے حوالے سے امریکا کی ریاستوں کے درمیان شدید نویت کے تازعات نے سراخیا ہے۔ جن ریاستوں میں ری پبلکن گورنر ہیں وہاں کورونا وائرس سے بچاؤ کی تدبیح زیادہ شدت کے ساتھ اپنائی گئی ہیں یا نافذ کی گئی ہیں۔ ان ریاستوں میں کورونا ویکسین لگانے کا معاملہ بھی جوش خروش کا حاصل رہا ہے۔ کورونا ایں اوپر پر عملی شخصی پسند و ناپسند کے نام پر کیا گیا ہے۔

معاشرتی اڑات خواہ کچھ بھی رہے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ چین میں مرکز پونکہ مضبوط ہے اس لیے وہاں کورونا وائرس سے بچاؤ کی تدبیح اخیار کرنے کا معاملہ زیادہ موثر اور کامیاب رہا ہے۔ کورونا وائرس کی ابتدائی دنوں میں مکمل لاک ڈاؤن، کورونا وائرس کی وبا کا ضعیق قرار پانے والے شہروں اور دیگر شہروں میں لوگوں کو بڑے بیانے پر گھروں میں رہنے کا پہنچ کرنے، عوامی سطح پر لازمی ٹیشنگ تعارف کرنے سے وبا قابو پانے میں خاصی مددی۔ یا الگ بات ہے کہ بعد میں معاملات گز گئے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ کورونا وائرس کا لذیثا ویکٹ تیزی سے پھیل رہا ہے اور ویکسین بھی معیاری نہیں۔ ایسے میں لاک ڈاؤن کے سوا کوئی بھی حکمت عملی کا رگناہت ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔

چین نے بہت تیزی سے متعدد ممالک سے تجارتی شرکت کا دارہ و سعی کرنے میں فرید المثال نویت کی کامیابی حاصل کی ہے۔ اس حوالے سے بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ اگر یورپی یونین کو ایک ملک تصور کیا جائے تو اس کے ارکان کے حاصل کردہ تمغوں کی تعداد امریکا اور چین کے حاصل کردہ تمغوں کی جمیونی تعداد سے زائد ہو سکتی ہے۔

باتی صفحہ نمبر ۱۳

روایتی عسکری قوت کے معاملے میں امریکا کسی بھی طور چین

سے برتر ثابت نہیں ہو سکے گا۔ خلائی تحقیق، سائنسی تحقیق اور پیشہ جز بیش نہیں کے معاملے میں بھی امریکا اور چین کے درمیان فرق گھٹتا جا رہا ہے۔ چین نے روایتی حکومت کے دوران ان تمام شعبوں میں جیران کن رفاقت سے ترقی کی ہے۔

امریکا اور چین کے درمیان تیزی سے گھٹتا ہوا فرق دونوں ممالک کے درمیان حکومتی نظام کے مابین پائے جانے والے فرق کی بنیاد پر بھی ہے۔ ان میں سے ہر نظام حکومت کی اپنی طاقت اور کروڑی ہے۔ یہ سوچنا بھی درست نہ ہوگا کہ چین نے چالیس برس کی مدت میں جو کچھ بھی کیا ہے وہ بالکل درست رہا ہے۔ اس وقت چین کو آبادی میں ڈھنکی ہوئی عمروالے افراد کی تعداد میں غیر معمولی رفتار سے ہونے والے اضافے کا سامنا ہے۔ یہ جیران بھی آبادی سے متعلق غلط پالیسی کا نتیجہ ہے۔

ہاں، یہ بات مانتا پڑے گی کہ چینی قیادت نے تو یہ طاقت میں فرید المثال ظلم و ضبط کے ساتھ اضافہ کیا ہے۔ دوسری طرف امریکا نے اپنی دولت افغانستان اور عراق میں ہنگوں پر ضائع کی ہے۔ امریکا اور چین کے درمیان شدید نویت کی مسابقت چل رہی ہے۔ یہ سب کچھ مسابقت سے بڑھ کر اب خاصت کے وسائلے میں واپسی ہو چکا ہے۔ یہ مسابقت یا خاصت میں

الاقوامی امور کی تکلیف تبدیل کرنے میں نمایاں کرواردا کر رہی ہے۔ حال ہی میں مکمل ہونے والے ٹوکیو اپیکس کو اس حوالے

سے مختلف تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مگر خیر، معاملات کو سختی اور سمجھانے کا یہی ایک طریقہ نہیں۔ اور بھی بہت کچھ ہے جس کی بنیاد پر دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان فرق اور ممالکت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ کھلیوں کی دنیا میں امریکا کا بھی چین پر برتری برائے نام دیا گری یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ یہ برتری برائے نام کے میدان میں بھی امریکا کی معمولی سی برتری کی خلاف ہے۔

ہم ایسے نام برتری سیاست، سفارت کاری اور معیشت کے میدان میں بھی امریکا کی معمولی سی برتری کی خلاف ہے۔ چین کے مقابل امریکا کی پوزیشن دن بدین کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے میں اٹلی تین سطح پر معمولی برتری نظرے کی گئی ہے۔

امریکا نے معیشت کے میدان میں چین پر معمولی سی برتری برقرار کی ہے تاہم یہ تجربہ کاروائی انداز ہے۔ ماہرین کا

کہنا ہے کہ جہاں تک انفرادی سطح پر قوت خرید کا معاملہ ہے، چین نے امریکا کو پچھے چھوڑ دیا ہے۔ عسکری قوت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ روایتی اسلئے کی بنیاد پر عسکری قوت کی بات کی جائے تو حقیقت یہ ہے کہ امریکا اور چین کے درمیان کچھ زیادہ فرق نہیں۔ اگر آج دونوں ممالک میں جنگ چڑھ جائے تو

حال ہی میں مکمل ہونے والے ارجو اور ٹوکیو اپیکس میں امریکا نے تمغوں کی جمیونی تعداد کے حوالے سے چین کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سے معاملات میں امریکا اب بھی چین سے بھرپور مسابقت کی صلاحیت و سکت کا حاصل ہے۔

ٹوکیو اپیکس کے آخری دونوں میں امریکا نے چین کو طلاقی تمغوں کی دوڑ میں بھی پیچھے چھوڑا۔ اس پر امریکا کا سمیت پورے مغربی معاشرے میں میدیا کی توجیہ تیزی سے امریکا کی طرف منعطف ہو گئی۔ ٹم یو ایس اے نے موسم گرم کے اپیکس میں چھوڑے سے فرق سے اپنی برتری برقرار کی۔

سوال یہ ہے کہ کھلیل کے میدان میں حاصل ہونے والی کامیابی کو اہم بین الاقوامی امور کے معاملات میں کیوں گھسیٹیں اور بحث کیوں کریں۔ اس وقت بہت سے معاملات میں امریکا اور چین کے درمیان شدید نویت کی مسابقت چل رہی ہے۔ یہ سب کچھ مسابقت سے بڑھ کر اب خاصت کے

وائلے میں واپسی ہو چکا ہے۔ یہ مسابقت یا خاصت میں الاقوامی امور کی تکلیف تبدیل کرنے میں نمایاں کرواردا کر رہی ہے۔ حال ہی میں مکمل ہونے والے ٹوکیو اپیکس کو اس حوالے سے مختلف تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

امریکا نے طلاقی تمغوں کے معاملے میں چین کو پیچھے چھوڑ دیا گری یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ یہ برتری برائے نام اندراز نہیں کیا جا سکتا تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امریکا سے آبادی میں چار گناہوں پر بھی چین کھلیوں کی دنیا میں اسے بازی لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔

چین میں تاخیل تیار کرنے پر غیر معمولی توجہ دی جاتی ہے۔ بہت بڑے بیانے پر فنڈنگ کی جاتی ہے۔ قوی سطح کے پروگرام کو تھبت بالصاحت پھول کو خصوصی توجہ کے ساتھ تاخیل کرنا۔ یہ سطح پر خاصی محنت کی جاتی ہے۔ چینی قیادت اس بات پر خاص توجہ دیتی ہے کہ اپیکس میں زیادہ سے زیادہ تخفیف حاصل کیے جائیں۔ اپیکس کی سطح پر بڑی کامیابیاں پوری قوم کا حوصلہ بلند

واخان راہداری

Sam Dunning

مغرب کی سمت خطرناک بھرت شروع کی۔ ٹوبیاز مارشل کے مطابق ان میں سے بہت سوں نے وان نامی تالاب کے کنارے یو دباش اختیار کی، گو کہ بعد میں ان میں سے بہت سے پامیر کے علاقوں میں والپس آباد ہوئے۔ اس پورے گروپ کو الساکا میں آباد کرنے کی ایک تجویز بھی سامنے آئی تھی۔

اپریل میں ہنلہ بارندہلی کے باضابطہ آثار دکھائی دیے جب کرغیزستان کے صدر سیدر جالپاروف نے نقل مکانی کے بعد کرغیزستان میں آباد ہونے والے کرغیز نسل کے ان لوگوں سے ملاقات کر کے تسلیم کیا کہ ان لوگوں نے بہت کچھ برداشت کیا ہے اور اب ان کی مشکلات کا خاتمه ہو نہیں چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان لوگوں کو ان کے آبائی وطن میں آباد کرنے کی خواہش ایک مدت سے میرے دل و ماغ میں ہی ہوئی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اس حوالے سے واقعی کچھ کیا جائے۔ جولائی کے اوائل میں طالبان مغرب کی سمت آئے۔ اسٹریچ ہمیت کے باوجود وادخان راہداری میں ۱۲ ہزار یا اس سے کچھ بھی زیادہ لوگ آباد ہیں۔ طالبان کی آمد پر خوفزدہ ہونے کے بجائے لوگ یہ دیکھتے کہ لیے گروپ سے کل آئے کران کے دھماکا طالبان سے کیا جاتے کرتے ہیں۔

طالبان اور وادخان راہداری کے لوگوں کے درمیان کچھ زیادہ گرم جو شی پہنی تعلقات نہیں رہے۔ اس خطے میں اچھا خاصاً وقت گزارنے اور ہنپاں کی زبانیں بولنے والی سو زین یوی سائیجیز کا کہنا ہے کہ چند مقامی گھرانوں کے لوگوں نے قابل سودیت افواج کے خلاف لڑائی میں جاہدین کا ساتھ دے کر عزت ضرور کمانی۔ ان میں کچھ لوگ آج طالبان قیادت کا حصہ بھی ہیں۔

وادخان راہداری میں آباد لوگوں میں ۸۰ فیصد اسلامی ہیں۔ یہ لوگ طالبان کی انتہائی نوعیت کی بنیاد پرست میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ موناکو میں رہائش پذیر ارب پتی شاہ کریم احمسی کے لیے اسی علاقوں میں غیر معمولی احرام بیانجا تھا۔ وادخان راہداری میں بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے، پوسٹ کی کاشت پر انحصار گھٹانے، تعلیم اور سیاحت کو فروغ دینے سے متعلق آغا خان فاؤنڈیشن کے منصوبوں میں شاہ کریم احمسی نے غیر معمولی فتنہ نگ کی ہے۔

طالبان کی آمد نے وادخان راہداری میں آباد لوگوں کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اب ہو گا کیا۔ کیا بچوں کی تعلیم جاری رکھی جائے گی؟ کیا خواتین کو ملنے والے حقوق کی پاس داری ہو سکے گی؟ پامیر کے علاقوں میں آباد کرغیز نسل کے لوگوں میں تو اتنا خوف پایا جاتا ہے کہ طالبان کی آمد کی سُن گن ملتے ہی ان کا ایک گروپ وادخانی چراہوں کے ایک گروپ کے ساتھ

جس کے کنارے کنارے مغرب میں ایک ایسا سٹوپ کھڑا ہے جو اب نہ راستہ نہیں۔ یہ اسٹوپ بدها ازم کے پیروں کا روں کے

شاندرا ماضی کی داستان سناتا ہے، جب جیجن کا معروف سیاح شوان زینگ یہاں آیا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں واقع سرحد روٹل کے دیہات سے بالا ایک قلعہ تبت اور زینگ سلطنتوں کے درمیان انتہائی اہم تجارتی راہداری شاہراہ ریشم پر تصرف کے لیے ہونے والی لڑائی کا گواہ ہے۔ وادخان راہداری بھی چھوٹا سا مکلا، ایک چھوٹی سی پٹی دونوں مالک کے تعلقات کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس پٹی کے دونوں طرف مختلف نسل لوگ رہتے ہیں اور ان کے روابط بھرے ہیں۔

وادخان راہداری کم و بیش ۲۱ میل بی اور ۶ میل بڑی ہے جو افغانستان میں ختم ہوتی ہے۔ یہ راہداری افغانستان اور جیجن کی ۷۴ میل بڑی سرحد پر محیط ہے۔ یہ راہداری ۱۸۹۵ء میں روس اور برطانیہ کے درمیان نہ کرات کے نتیجے میں محرشی وجود میں آئی تھی اور اسے دونوں سلطنتوں کے درمیان بفرزوں کا درجہ حاصل تھا۔ اس کاظم و نشیق عالمی طور پر کامل کے امیر کو سونپا گیا تھا۔ اس راہداری کے شمال میں گورن بدختاں کاتا جھاتی علاقہ ہے جہاں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں انتہائی خوب ریزی ہوئی تھی۔

اس راہداری کے جنوب میں غظیم تر کشیر ہے جس پر پاکستان، بھارت اور جیجن کے دوے ہیں۔ وادخان راہداری کے انتہائی مشرق میں برف پوش درہ و خر کے پار جیجن کا صوبہ نکیا گکہ ہے جس میں ترک نسل کے اولینور مسلم رہتے ہیں۔

وادخان راہداری انتہائی پھر لی اور دشوار گز ارہے اور شاید اسی لیے طالبان نے باقی افغانستان پر تصرف ہونے کے بعد اس راہداری میں قدم جمانے میں دلچسپی نہیں لی۔ وادخان راہداری کے غربی حصے کے علاقوں دریائے شنگ میں طیاری آنے والے سیاہوں کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔ دونوں طرف واضح ڈھلوان والی بے آب و گیاہ پہاڑیاں ہیں۔ مشرق کی سمت پر ڈھیں تو دریائے شنگ سے نکلے والی آبی گزرگا میں چھوٹے اور بڑے پامیر کے افغان علاقوں ہیں، جو تخت تر موسم سرما اور متاثر کن بلندی کے لیے معروف ہیں۔ اس علاقوں کے لیے چودہ سال سے سیاحت کاظم و نشیق چلانے والی کمپنی کے مالک جیبر و لاکاس کہتے ہیں ایسا دور افتادہ اور اجالا خلطہ شاید ہی کہیں اور ہو۔ یہ حواس باخیز کر دیے والا علاقہ ہے۔ اس خطے کی ثابتی تاریخ بھی کم جیرت انگیز نہیں۔ دریائے

اب جبلہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کی افواج افغانستان سے نکل چکی ہیں، تمام پڑوی ممالک افغانستان سے اپنے تعلقات پر نظر نافذ کر رہے ہیں۔ طالبان رہنماؤں کے حالیہ دورہ جیجن نے امریکا کے انخلاء کے بعد کے افغانستان کے حوالے سے چینی عزم کے بارے میں بہت کچھ سوچنے کی دعوت دی ہے۔ زمین کا ایک چھوٹا سا مکلا، ایک چھوٹی سی پٹی دونوں مالک کے تعلقات کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس پٹی کے دونوں طرف مختلف نسل لوگ رہتے ہیں اور ان کے روابط بھرے ہیں۔

وادخان راہداری کم و بیش ۲۱ میل بی اور ۶ میل بڑی ہے جو افغانستان میں ختم ہوتی ہے۔ یہ راہداری افغانستان اور جیجن کی ۷۴ میل بڑی سرحد پر محیط ہے۔ یہ راہداری ۱۸۹۵ء میں روس اور برطانیہ کے درمیان نہ کرات کے نتیجے میں محرشی وجود میں آئی تھی اور اسے دونوں سلطنتوں کے درمیان بفرزوں کا درجہ حاصل تھا۔ اس کاظم و نشیق عالمی طور پر کامل کے امیر کو سونپا گیا تھا۔ اس راہداری کے شمال میں گورن بدختاں کاتا جھاتی علاقہ ہے جہاں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں انتہائی خوب ریزی ہوئی تھی۔

اس راہداری کے جنوب میں غظیم تر کشیر ہے جس پر پاکستان، بھارت اور جیجن کے دوے ہیں۔ وادخان راہداری کے انتہائی مشرق میں برف پوش درہ و خر کے پار جیجن کا صوبہ نکیا گکہ ہے جس میں ترک نسل کے اولینور مسلم رہتے ہیں۔

وادخان راہداری انتہائی پھر لی اور دشوار گز ارہے اور شاید اسی لیے طالبان نے باقی افغانستان پر تصرف ہونے کے بعد اس راہداری میں قدم جمانے میں دلچسپی نہیں لی۔ وادخان راہداری کے غربی حصے کے علاقوں دریائے شنگ میں طیاری آنے والے سیاہوں کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔ دونوں طرف واضح ڈھلوان والی بے آب و گیاہ پہاڑیاں ہیں۔ مشرق کی سمت پر ڈھیں تو دریائے شنگ سے نکلے والی آبی گزرگا میں چھوٹے اور بڑے پامیر کے افغان علاقوں ہیں، جو تخت تر موسم سرما اور متاثر کن بلندی کے لیے معروف ہیں۔ اس علاقوں کے لیے چودہ سال سے سیاحت کاظم و نشیق چلانے والی کمپنی کے مالک جیبر و لاکاس کہتے ہیں ایسا دور افتادہ اور اجالا خلطہ شاید ہی کہیں اور ہو۔ یہ حواس باخیز کر دیے والا علاقہ ہے۔ اس خطے کی ثابتی تاریخ بھی کم جیرت انگیز نہیں۔ دریائے

دردہ و خیر پر بھی توجہ دینے کی گنجائش پیدا کی ہے۔ واغان راہداری کے اس لکھے میں ہر ٹک کی تعمیر افغانستان کی حکومت نے ۲۰۱۹ء میں شروع کی تھی۔ اس کا حصہ ایک حصہ ہی تعمیر کیا جاسکا ہے۔ یہ ٹک پاہیز خور دنک جاتی ہے اور اس کی تعمیر سے الگ تھلک پڑے ہوئے کر غیر نسل کے باشندوں اور واغان راہداری میں بے ہوئے لوگوں کے درمیان تجارت آسان ہوئی ہے۔ اب تک اس امر کا کوئی خوس اور واضح ثبوت نہیں ملا کہ چین نے اس ٹک کی تعمیر میں کوئی کروارادا کیا ہے، اور نہ ہی طالبان نے چینی قیادت سے مذاکرات کے دوران اسی کوئی ہمانست فراہم کی ہے کہ وہ اس خطے میں کسی شاہراہ کی تعمیر کو قبول کریں گے تا کہ تجارت کا دارجہ وسیع ہو۔

خطے کی بدی ہوئی صورت حال میں ایک بات تو بہت واضح ہو کہ سامنے آئی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ وہ ایشیا کی بیشتر میشتوں کو ضبوط رکھنے میں کلیدی کروار چین کا ہے۔ تا جہستان اس کی ایک واضح مثال ہے۔ بڑے پیالے کی تجارت، برآمدات اور یورپی سرمایہ کاری کے معاملے میں تا جہستان کام و بیش مکمل انحصار چین پر ہے۔ سچا سبب ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان سرحدی تنازع بھی، بہت حد تک ختم ہو چکا ہے اور چین نے تا جہستان کی کم و بیش ایک ہزار بیرون کیویٹر زمین بھی واپس کی ہے۔

چینی سرمایہ کاری کے حوالے سے افغانستان نسبتاً مراجحت مراجع کا حامل رہا ہے۔ میں ایک مقام پرتابنے کی ایک بڑی کان کا ٹھیک چینی کمپنیوں کے گروپ نے حاصل تو کیا مگر اس منصوبے پر کام رکا ہوا ہے۔ ہاں مغرب کے بہت سے سرمایہ کاروں کے لیے چینی کمپنیوں نے ٹھیکداروں کا کروار ضروراً کروادا کیا ہے۔ افغانستان میں حالات کی تباہ کن نوعیت بد لے بغیر اور یورپی سرمایہ کاری کے لیے زیادہ سے زیادہ تحفظی کی ہمانست فراہم کیے بغیر چین اور افغانستان کے معاشری تعلقات میں نمایاں بہتری کا امکان نہیں۔ چینی ایمنی خیز کے واغان راہداری کے ذریعے افغانستان تک رسائی ایک اچھا طریقہ ہے۔

چین کی رس سے افغانستان میں اپنے مفاہمات کا زیادہ سے زیادہ تحفظی لئی بنا نے کے لیے کوشش ہے۔ گزشتہ سبھر میں کالاں میں چین کے اتنی جنس نیٹ ورک کے تحت کام کرنے والا ایک گروہ پکڑا گیا تھا۔ واغان راہداری میں جو لوگ رہتے ہیں وہ خواہ کچھ چاہتے ہوں، یہ خطہ بڑی طاقتیوں کے درمیان تنازع کی کیفیت پیدا کرتا رہے گا کیونکہ اس راہداری پر منصرف ہونے میں بہت سوں کا بھاٹا ہے۔

"China is protecting its thin corridor to the Afghan heartland: The Wakhan corridor is a fiercely contested imperial hangover". ("Foreign Policy". August 14, 2021)

جنوبی واقع افرا دکا کہنا ہے کہ چینی سیکورٹی فورز اس علاقے میں ایک عشرے سے بھی زائد مدست میں تحرک ہیں۔ ۲۰۱۳ء میں چینی قیادت نے اس علاقے کے باشندوں کے پیوں کو چین کے مطالعی دورے کے لیے اسکا رٹنیں دینے کا سلسہ شروع کیا۔ بعد میں واغان راہداری کے سرے پر واقع دردہ و خیر پر گھری نظر کی جانے لگی تا کہ سنیا گک سے مسلمانوں کے فرار کی راہ مدد و دکی جاسکے۔

چین ایک طرف تو طالبان کے ساتھ مل کر لڑنے والے او بغور مسلمانوں کی نہ مدت کرتا رہا ہے اور دوسری طرف اس نے اس بات کی تردید کی ہے کہ اس نے واغان راہداری سے متصل گورنر بدخشان کے علاقے میں فوجی تعینات کر کر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ طالبان کے ساتھ مل کر لڑنے والے ہوتے سے او بغور مسلمان افغانستان میں ہیں۔ ویسے افغانستان سے براہ راست چین میں واصل ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ واغان راہداری کے شرقي حصے کی غیر معمولی نگرانی کی جاتی ہے۔

چینی قیادت نے افغانستان کے گروپاچال مزید وسیع کر دیا ہے۔ افغانستان کی مدنظر میں واکرکی جانے والی ایک درخواست میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ تا جہستان ان ممالک میں شامل ہے جو او بغور مسلمانوں کو چین کے حوالے کر تے ہیں۔ چین اور تا جہستان کے درمیان اس حوالے سے ایک معاہدہ بھی ہوا ہے۔ تا جہستان اب چین، پاکستان اور افغانستان کے بہت زد دیک آچا ہے۔

متعدد خاموش معاہدے چین اور وہ ط ایشیا کے ممالک کو مختلف

منصوبوں کے لیے قریب تر لانے میں فعال کروارادا کر رہے ہیں۔ مگی میں چین کے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے حوالے سے

اعلیٰ سطح کا ایک اجلاس اس امر کا ہیں ثبوت ہے۔

واغان راہداری پر نظر رکھتا چین کی معاشری مجرمی بھی

ہے۔ بحیرہ جنوبی چین کے خطے میں بڑتی ہوئی دشواریوں کے

پیش نظر چینی قیادت نے پاکستان میں بیسکیا گیا ہے۔ شاہراہ

قر اترم کو بہتر حالت میں رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے کیونکہ

حر ہند تک رسائی میں شاہراہ کلیدی کروار کی حامل ہے۔ شاہراہ

قر اترم اپنائی دشوار اگزار راستوں سے گزرتی ہے۔ ۱۹۶۰ء

اور ۱۹۷۰ء کی دہائیوں میں اس شاہراہ کی تعمیر کے دوران ایک

ہزار سے زائد مزدوروں اور انجینئرنگ ہلاک ہوئے۔ خطے کی ساخت

بہت چیزیدہ ہے۔ پل تعمیر کرنے میں الجھنوں کا سامنا رہا ہے

اور سرگنیں کھو دئے گئیں۔ اسیں رہا۔

غیر، شاہراہ قر اترم کو تجارت کے لیے اپنائی موزوں

بنانے میں حاصل ہونے والی کامیابی اور مثالی نوعیت کے

پاک چین اشٹراک گل نے واغان راہداری سے خود ہوئے

تا جہستان بھاگ گیا، گوکے بچھا ہی دونوں میں بیشتر کو واپس بھیج دیا گیا۔ واپس آنے والے ۲۰۰۰ء را فرا دکھنا تھا کہ وہ ملتا ہے کہ ان کے ملک اور کرغیرستان کے درمیان بڑتی ہوئی کشیدگی کے باعث انہیں واپس بھیجا گیا ہو۔ مگی میں تا جہستان اور کرغیرستان کے درمیان حد نیں سائل پر تصرف کے تنازع میں خون ریز ہمچوں کے دروان دوں ممالک کے کم و بیش ۵۵ فوجی ہلاک ہوئے تھے۔

یونیورسٹی آف ایگزیٹر میں یورپی شایانی امور کے ماہر جان ہیدر شاہ کہتے ہیں کہ اسلام یا نسلی بیانی پر بھیج کا اطمینان خطے میں بڑھتا جا رہا ہے۔ قومی سطح کی سوچ کا فنڈنگ معاملات کو مزید بگاثرا رہا ہے۔ کغیر نسل کے لوگ بھاگ کرتا جہستان کے علاقے گورنر بدخشان گے تھے۔ ۱۹۹۰ء کی وہی کے دوران اس علاقے میں اپنائی خون آشام خانہ جنگی ہوئی تھی۔

۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۴ء میں جنوب مغرب میں سرکاری فوج سے ان لوگوں کی محفل پر ہوئیں جو بیلکیک کی اتحادی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں یا اس حوالے سے تھنخات کے حامل ہیں۔ پاکیر کے خطے میں قومی سرحدوں کے آر پار عوامی سطح کے تعلقات اتنے مغلکم ہیں کہ بہت سے تجویز کار اور تحقیقیں باضابط سرحدوں کو بھی "فریجہ زون" تراویح ہیں۔ کے انتا جہستان کے ممالک میں شامل ہے جو اسی کے الملاک و احکام کی ابتداء اخنان راہداری کے داخلی حصے پر افغانستان اور تا جہستان کے درمیان واقع اشکام نامی قبے میں ایک بلا کست سے ہوئی تھی۔

سرحدوں کے دونوں طرف پائی جانے والی نسلی بھیج چین کو پڑھر کرتی ہے کیونکہ چینی صوبے سنیا گک میں کروڑوں او بغور مسلمانوں کو کشڑوں کرنے پر غیر معمولی طاقت سفر کی

چینی کی زمانے میں سنیا گک کے باشندے واغان اور

گورنر بدخشان میں اپنے ہم زبان وہم نسل لوگوں سے با آسمانی

مل لیتے تھے۔ طالبان ہی کی، واغان راہداری پر تصرف

مضبوط بنا ہی اس مشکل کا واحد حل ہے۔

چین کی قیادت سنیا گک کے مسلمانوں کے غلاف کر کیک

ڈاؤن کے لیے اسلامی اپنالیپندی کو ایک ہٹوں جواز کے طور پر

استعمال کرتی ہے۔ یہاں بھی تھادنیاں ہے۔ ایک طرف تو

وہ سنیا گک کے مسلمانوں پر انہا پسندی کا الزام عائد کرتی ہے

اور دوسری طرف طالبان سے معاملات طے کرنے میں اسے

کوئی الجھن محسوس نہیں ہوتی۔ اس نوعیت کے معاملات کم ہی

افغانوں کو جرست سے دوچار کرتے ہیں۔ اور واغان راہداری

کے لوگوں کو تو خیر یہ سب کچھ ڈرامی جیزت انگیز نہیں لگتا۔

بیگنگ کم و بیش ایک عشرے سے واغان راہداری کے گرد عسکری

اور سفارتی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پورئے سے

افغانستان: نئے کھیل میں برتری کے لیے کشمکش

Sanjeev Miglani, Asif Shahzad

and Tian Lun Yew

روئی کہتے ہیں کہ افغانستان میں بھارتی مفادات کو پہنچنے والے شخصان پر پاکستان میں سرست کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان بھر میں میں اسٹریمیڈیا آئٹ بیس اور سوشل میڈیا پر افغانستان کی صورت حال سے بیدا ہونے والی سرست نمایاں تھی۔ رضا احمد رومی کہتے ہیں کہ پالیسی متعلق روایتی طبق اشرف غنی حکومت کے بھارت سے غیر معمولی روابط کو ایک بڑے خطرے کے روپ میں دیکھتے تھے۔ ایسے میں افغانستان میں بھارتی اژادو سوچ کا تیبا نچا ہو جانا سرست انگریز تھا۔

طالبان کے پہلے دور (۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۱ء) کے حوالے سے بھارت کی خاصی تنقیح یادیں ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں اثیر ایز لائز کے ایک طیارے کو ہائی جیک کر کے جنوبی افغانستان کے شہر قندھار لے جایا گیا تھا۔ بھارت کو اپنے ساروں کے عوام پڑا تھا اور ساتھی ساتھی بھی پاکستان جانے دیا پڑا تھا۔ کابل میں سابق بھارتی غیر جینت پر ساد کہتے ہیں کہ آج ہماری پوزیشن ایسی ہے کہ حقیقت سے مطابقت پیدا کرنی ہے۔ ہمیں افغانستان میں ہو گیل کھیل کھیلتا ہے۔ افغانستان ہم سے جو یادگاری ہو گئی ہے مگر پھر بھی وہاں ہمارے مفادات تو بہر حال ہیں۔ نبی وعلی میں سفارتی ذراع کہتے ہیں کہ ایک سال کے دوران طالبان ایک بڑی قوت بن کر بھرے ہیں اور جب قدر کے دارالکھومت دوہماں امریکا کی وساطت سے طالبان سے مذاکرات ہوئے تو بھارتی سفارت کاروں نے طالبان سے رابطہ قائم کیا اور تاحال برقرار رکھا ہے۔ ان سفارت کاروں میں سے ایک نے بتایا کہ ہم تمام اسیک ہو گئے روز سے بات کر رہے ہیں۔ بھارت میں پہلے اسلام عائد کیا جاتا رہا ہے کہ ہم نے اشرف غنی حکومت کی بہت زیادہ حمایت کر کے تمام ااغے ایک ہی ٹوکری میں رکھ دیے جبکہ خود امریکا طالبان سے مذاکرات شروع کر چکا تھا۔ یہ اسلام بھی عائد کیا گیا کہ طالبان سے رابطہ کرنے اور اشرف غنی حکومت سے روابط قائم کرنے میں بہت دریگانی گئی۔ بھارتی سفارت کارنے میں ہریکا کہ بھارت بڑا معاشری کھلاڑی ہے اور جیسے غیر معمولی اخصار سے پہنچنے کے معاملے میں وہ طالبان کے لیے زیادہ پرکشش ثابت ہو سکتا ہے۔

بھارت نے کامل میں پاریمنٹ بلڈنگ بھی بنائی ہے۔ علاوہ ازیں اس نے افغانستان کے ۳۲۲ میں سے ہر صوبے میں ترقیاتی منصوبے کیلئے بھیں۔ جنوبی ایشیا پر تین کتابوں کی

اور سرحدی تازع پر ایک سال سے بھی زائد مدت کے دوران چین سے عکری ہوا آرائی کا حامل ہے۔ بھارت، مادرسے کے وسط میں بی طرف ہونے والی کامل حکومت کا کلیدی حامی و مددگار رہا ہے۔ اب جبکہ طالبان افغانستان پر متصروف ہیں،

چین اور پاکستان بڑے کھلاڑیوں کی حیثیت سے ابھرے ہیں۔ ایسے میں نبی وعلی کی بدحواسی بڑھتی جا رہی ہے۔ چین کا یہ کہنا ہے کہ اس کا طالبان کی طرف دوستی اور مفادات کا ہاتھ بڑھانا اس مقدمہ کے تحت ہے کہ مغربی صوبے سنگا گنگ کو پیچگے مخالف مشرقی ترکمانستان اسلامک مودومنٹ کے ہنگوں سے پہلیا جائے۔ یہ جگہ افغانستان میں پانچاہیں تلاش کر سکتے ہیں۔

چوان یونیورسٹی میں جنوبی ایشیا سے متعلق امور کے پروفیسر ٹیکنگ لی کہتے ہیں کہ پاکستان تو یہ چاہے گا کہ افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے بھارت کی پوزیشن کو کمزور کرے۔ مگر اسلام شہنشہ کیلئے جیلیں بھی ایسا ہی چاہے اور کرے۔ چین کی اولین ترجیح یہ ہو گی کہ طالبان ایسی مضبوط حکومت قائم کریں جو دوست گردی کا وارہ اس کے مغربی صوبے سنگا گنگ تک پہنچنے سے روکے میں معاون ثابت ہو۔

امریکا کہتا ہے کہ مشرقی ترکمانستان اسلامک مودومنٹ کی نوعیت کی تنظیم کی حیثیت سے اب وجود شہنشہ رکھتی اور دراصل ایک وسیع نیمیل ہے جسے استعمال کر کے چینی قیادت او یغور اور دیگر نسلوں کے مسلمانوں کو کلچتی ہے۔ چین سنگا گن میں ایسا سیاسی تصفیہ چاہتی ہے، جس میں تمام فریقوں کو شامل کیا گیا ہو اور جو خطے میں اہن و استحکام کی خانست ثابت ہو،

نبی وعلی کے نیشنل فار پالیسی رسیٹچ میں اسٹریٹجیک اسٹریٹیز کے پروفیسر برہما چیانی کہتے ہیں کہ چین اب تک دو معاملات میں تذبذب کا شکار رہا ہے۔ ایک تو طالبان کو سفارتی سٹریٹیز کرنے کے معاملے میں اور دوسرا نیادی ڈھانچے کے لیے درکار سایہ کاری کے معاملے میں۔ چین ہو قلع پرست وہیت کا حامل ہے اس لیے معدنیات کے ذخائر سے مالا مال افغانستان میں ابھرنے والی صورت حال کو اپنے لیے اسٹریٹجیک فیچر پیدا کرنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے اور یوں پاکستان جانے والے

کو پہاڑی سلسلہ قراقم سے گزر کر پاکستان جانے والے تجارتی راستے کا تحفظ لیٹنی بنانے کے لیے بھی افغانستان میں اہن و استحکام درکار ہے۔

نیویارک کے اتحاد کا کالج سے وابستہ سیاسی مبصر رضا احمد

افغانستان پر تصرف پانے کے لیے انسیویں صدی میں روس اور برطانیہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کے خلاف صاف آراء ہوئیں۔ بیسویں صدی میں امریکا اور سابق سوویت یونین کے درمیان محاوا آرائی ہوئی اور اب جبکہ افغانستان پر طالبان قابض و متصروف ہیں، مگر یہ یگم نے پاکستان کو مرکزی پوریش میں لاکھڑا کیا ہے۔ چین اس کے ساتھ ہے اور غلط پر اپنی گرفت مضبوط تر بنانے کے لیے کوشش ہے۔

طالبان سے پاکستان کے تعلقات اور وابطہ بہت گہرے رہے ہیں۔ پاکستان پر امریکی حمایت یا فوج کامل حکومت کے خلاف طالبان کو مضبوط کرنے کا الزام بھی عائد کیا جاتا رہا ہے۔ پاکستان نے اس الزام کو ہمیشہ بے بنیاد قرار دیا ہے۔ اتوار ۱۵ اگست کو جب طالبان نے کابل کو بھی مٹھی میں لے لیا تب وزیراعظم عمران خان نے کہا کہ افغانوں نے غالباً کی رنجیں توڑ دی ہیں۔ طالبان آج کل اس امر پر بحث و تجھیس اور مشاورت میں مصروف ہیں کہ اب افغانستان میں حکمرانی کا ڈھانچا یا نمونہ کیا ہو گا۔ ساتھ ہی ساتھ میڈیا میں پیغام ہی آرائی ہیں کہ اس عمل میں پاکستانی حکام بھی شریک ہیں۔ اسلام آباد میں دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ پاکستانی قیادت افغانستان میں ایسا سیاسی تصفیہ چاہتی ہے، جس میں تمام فریقوں کو شامل کیا گیا ہو اور جو خطے میں اہن و استحکام کی خانست ثابت ہو، تاہم اس حوالے سے کلیدی کردار خود افغانوں کو ادا کرنا ہو گا۔

چینی قیادت، جو پہلے بھی افغانستان کے معاملات میں زیادہ فعال یا متحرك نہیں رہی اور جس کا پاکستان سے مضبوط اتفاق و اتحاد ہے، اب افغانستان کے وسیع معدنی ذخائر اور بالخصوص ٹیکسٹیل کے ذخائر کو ہن میں رکھتے ہوئے اہن کے پیغام کے ساتھ طالبان کی طرف بڑھی ہے۔ یہ ٹیکسٹیل ایکٹر انگ گاڑیوں میں بہت اہم کردار ادا کرنے والی وہات ہے۔ چین کو پہاڑی سلسلہ قراقم سے گزر کر پاکستان جانے والے تجارتی راستے کا تحفظ لیٹنی بنانے کے لیے بھی افغانستان میں اہن و استحکام درکار ہے۔

اور پھر بھارت بھی تو ہے جو پاکستان کا روایتی حریف ہے

آپریشن کیا گیا، جو ناکام ہو گیا۔ تمام برغلایلوں کو قتل کر دیا گیا۔ حس کے بعد صدر ایردو ان ایک مرتبہ پھر کردنواز پارٹی ”پیپلز ڈیمو کریک پارٹی“ کے خلاف بیانات دینے لگے اور

حکومت پر ایکیوثر نے عدالت میں اس جماعت پر پابندی کے لیے درخواست دائر کر دی۔ اس سارے عمل کے دوران ایردو ان کی حمایت میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ مگر میں ہونے والے سارے کے مطابق صدارتی دوڑ میں صدر ایردو ان کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عالیٰ طبقہ بھی انقرہ کو اپنے خالجہ پالیسی کے ”ایڈن پیپرز“ کی وجہ سے کافی تقدیر اور پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ میر ۲۰۲۰ء میں امریکا نے روی میزراں خریدنے پر ترکی کے دفاعی شبیع پر پابندیاں لگادیں۔ میں اسی وقت یورپی یونین نے بھی تنازع علاقوں سے گیس رکالنے پر ترکی کو پابندیوں کی رد میں لے لیا۔ ۲۰۲۰ء میں خط میں ترکی کو حرب یورپا کر دیا گیا، جب علاقائی طاقتوں کے درمیان مختلف قسم کے معابدے ہوئے جن میں اسرائیل، خلیجی بیانیں اور مصراشامل تھیں۔ اسی دوران ترکی کے روں، مصر اور دمشق کے ساتھ تعلقات بھی خوٹکوارندہ ہے۔ ”اولب“ میں فائز بندی اور ترک فوجی دستوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باوجود شامی حکومت کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ ادب کا کثروں دوبارہ سے حاصل کر لے اور اس کوشش کے نتیجے میں تنازع کا ایک مستقل خدمہ موجود ہے۔

اس ساری صورت حال کے پیش نظر ترک صدر نے ایک دفاعی اور ترک امیق کو بیٹ بنا کر بیش کرنے کی محکمت عملی اپنائی تا کوشاںش اور بر سلو سے تعلقات کو بہتر بنانا کر گزئی ہوئی صورتحال کو منجلا جائے۔ ان کے اقدامات کو کچھ کر محسوں یہ بتا ہے کہ وہ اپنے اہداف کو تبدیل کیے بغیر اپنے امیق کو بہتر بنانے کے لیے سب ممالک سے تعلقات بہتر بنانے کے خواہاں ہیں۔ جنوری میں ترک وزیر خاجہ نے اعلان کیا کہ وہ فرانس کے ساتھ مصالحت چاہتے ہیں، اسی طرح ترکی یورپی یونین کے ساتھ بھی شریک ہمہ روم کے موضوع پر کافرنس کا اہتمام کرے گا اور امریکا کے ساتھ بھی S-400 میراں کے معاملے پر بات چیت کی جائے گی۔

اس کے علاوہ تحدید عرب امارات اور مصر کے ساتھ بھی معاملات کو واپس پھری پر لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

تاہم ان سب اقدامات کے باوجود یہ بات ایکی تک واضح نہیں ہو سکی کہ ان ممالک سے بات چیت کا ایجاد کیا ہو گا۔

انقرہ کی جانب سے بیانات کے جواب میں واشنگٹن نے ترکی میں انسانی حقوق کی خلاف بارکھا تھا ان کو چھڑوانے کے لیے

جو باسیدن انتظامیہ اور ترک امریکا تعلقات

Nicholas Danforth

رکھی جو کہ جوں میں ہوتی تھی۔ ترک صدر کا کہنا تھا کہ ”ہمیں اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر آگے بڑھنے کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے۔“ اسی کے ساتھ انہوں نے اس بات کی امید بھی ظاہر کی کہ ”دونوں رہنماءں کرتقافات کے نئے دور کا آغاز کر سکتے ہیں۔“ ترک تجزیہ نگاروں نے ایردو ان کے اس بیان پر تبرہ کرتے ہوئے کہا کہ ترک پالیسی سازوں کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں زیادہ جارحانہ بیان دے کر اپنے تزویراتی مفادات کو تقصیان نہیں ہٹکھنے دینا چاہیے۔

۱۷ جون کی بائیڈن ایردو ان مذاقات کے بعد اگرچہ ترک صدر نے ثابت بیان دیتے ہوئے کہ ”امریکا اور ترکی کے مابین ایسا کوئی تماز جانشی جو حل نہ کیا جاسکے،“ تاہم ان دونوں رہنماؤں کی مذاقات کے بعد جو پریس ریلیز سامنے آئی وہ اتنی امید افرزا نہیں تھی۔ کہا تو یہ جارہا تھا کہ دونوں ممالک کے درمیان کوئی برو ”نرم یک تھرہ“ سامنے آئے گا تاہم ایردو ان نے اس بات کو قول کیا کہ دونوں طرف سے کوئی خاص بیان رفت نہ ہو سکی جس کی بڑی وجہ ترکی کی روی میزراں دفاعی نظام کی خریداری ہے، جس پر امریکا نے پابندی لگا رکھی ہے۔ دونوں جانب سے یہ کوشش کی گئی کہ تعلقات کو حرب یورپا کا ٹھہرائے جائے جہاں ہے جیسا ہے کہ نیاد پر چلتے رہنا چاہیے۔ تاہم آنے والے وقت میں امریکا کی اس پالیسی کے ترکی کی داخلی سیاست پر اثر استمر جب ہوں گے۔

ایردو ان کو بیشہ ہی سیاسی مشکلات کا سامنا رہا ہے، تاہم آج کل ان مشکلات میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ نومبر ۲۰۲۰ء میں طیب ایردو ان نے اپنے داماد جو کوزیر خزانہ کے عہدے پر تھے ان سے استھنے لے لیا، اس کے بعد سے اب تک دو مرتبہ وزیر خزانہ کو تبدیل کیا جا چکا ہے۔ اور اس کے پڑھنے والوں کا نام اب بھی نہ لیا گیا۔ اس سے قبل امریکی صدور غیرموقع کے اہم انتخابی کی ناراضی کے پیش نظر قتل عام کا لفظ استعمال کیا۔ قتل عام کی نہادت کی گئی تھی لیکن اس کے کرنے والوں کا نام اب بھی نہ لیا گیا۔ اس سے قبل امریکی صدور غیرموقع کے اہم انتخابی کی ناراضی کے پیش نظر قتل عام کا لفظ استعمال نہیں کیا کرتے تھے۔ اس بیان سے اندازہ لگایا جائے کہ ترکی اور امریکا کے تعلقات میں سخت تبدیلی آچکی ہے۔

جتنا ہمیرت انگلیز اقدام بائیڈن کا ترک صدر کی کال نہ لیتا تھا، اس سے زیادہ ہمیرت ترکی کے جواب پر ہوئی۔ ترکی نے بہت حد تک کوشش کی کہ اس معاملے پر کوئی انتہائی بیان نہ دیا جائے۔ امریکا کے اس اقدام پر ترکی کی طرف سے نہ ممکن بیان ضرور سامنے آیا تاہم ترکی نے اپنی توجہ امریکی صدر سے طے شدہ مذاقات پر

امریکی صدر بائیڈن کے اقتدار سنجائے کے چند ماہ بعد ان کی ترکی کے حوالے سے پالیسی کے بارے میں صدر ایردو ان کو ”نہ“ کی جانے والی ٹیل فون کال کا سب سے زیادہ ذکر ہو رہا ہے۔ ترک انتظامیہ نے دبیر میں کال کی درخواست کی تھی، تاہم اس وقت امریکی انتظامیہ نے کال لینے سے انکار کر دیا تھا ترکی اور امریکی تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ کال یعنی سے انکار کرنا ایک شوری اقدام تھا۔ بائیڈن انتظامیہ نے ترجیحات کے عدم تعین اور مصروفیت کی وجہ سے کال نہیں لی تھی یا پھر ترک صدر کو اونٹی طور پر اطلاق دکھلی گئی تھی، یہ بحث جاری ہے اور امریکی انتظامیہ اس پر کوئی وضاحت دینا نہیں چاہتی تھی۔ مارچ کے آغاز میں واکٹ ہاؤس کی پریس سیکریٹری نے ایک سوال کے جواب میں کہا، اسے لیکن ہے بائیڈن صدر ایردو ان کو کسی وقت کال ضرور کریں گے۔

بالآخر ۲۳ اپریل کو امریکی صدر کی کال تو آگئی تاہم انہوں نے بات وہ کی جس کی ترکی کو بالکل بھی امید نہ تھی۔ سرکاری ذرائع نے جو پریس ریلیز جاری کی اس میں تو ہمیں تعاون اور آپس کی غلط فہمیاں دور کرنے کے حوالے سے بات ہوئی تاہم جو اصل بات ہوئی وہ یہ تھی کہ بائیڈن نے ترکی کو بیشگل اطلاع دی کہ وہ مذوق سے جاری امریکی پالیسی کے برکٹ ۱۹۱۵ء کے آریڈیا قتل عام کو تسلیم کرنے جا رہے ہیں۔ ۲۲ اپریل کو امریکی صدر کا جو بیان سامنے آیا اس میں ترکی کا نام تو نہ تھا لیکن پہلی مرتبہ کسی امریکی صدر نے اس واقعے کے لیے قتل عام کا لفظ استعمال کیا۔ قتل عام کی نہادت کی گئی تھی لیکن اس کے کرنے والوں کا نام اب بھی نہ لیا گیا۔ اس سے قبل امریکی صدور غیرموقع کے اہم انتخابی کی ناراضی کے پیش نظر قتل عام کا لفظ استعمال نہیں کیا کرتے تھے۔ اس بیان سے اندازہ لگایا جائے کہ ترکی اور امریکا کے تعلقات میں سخت تبدیلی آچکی ہے۔

جتنا ہمیرت انگلیز اقدام بائیڈن کا ترک صدر کی کال نہ لیتا تھا، اس سے زیادہ ہمیرت ترکی کے جواب پر ہوئی۔ ترکی نے بہت حد تک کوشش کی کہ اس معاملے پر کوئی انتہائی بیان نہ دیا جائے۔ امریکا کے اس اقدام پر ترکی کی طرف سے نہ ممکن بیان ضرور سامنے آیا تاہم ترکی نے اپنی توجہ امریکی صدر سے طے شدہ مذاقات پر

افغانستان: عالمی طاقتوں کا قبرستان۔ نئے دور کا آغاز

جاری تاہ کن خانہ جنگی کا تبیخ تھا۔

پنجمیں اُنے پر بڑے شہروں اور صوبوں میں بلاشبہ پابندی

تھی کیونکہ اس کی پلی اور تیز دھار ڈوروں سے نہ صرف یہ کنکلی کے تارکر رہے تھے جس سے عاقوں کو بکلی کی فراہمی محظی ہو جاتی بلکہ لوگوں کی اموات بھی واقع ہو رہی تھیں۔ سو جنیں کہ آپ لندن کی آسٹفورڈ اسٹریٹ میں پینگ اڑا رہے ہیں پھر آپ کو کچھ آجائے گا کہ افغانستان میں پینگ اُنے پر بابندی کیوں تھی۔ جب میں فروری ۲۰۰۲ء میں افغانستان والیں گئی، بعض طالبان

کی قید میں رہنے کے ایک سال بعد، اس وقت میڈیا میں اس بات کا بہت چرچا تھا کہ طالبان کی نگرانی کے بعد کامل یونیورسٹی و دوبارہ کھل رہی ہے اور اپالاڑ کیاں دوبارہ اسکول جائیں گی۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اب جنگ ختم ہو یکلی ہے اور مستقبل روشن ہے۔ یقیناً ایسا ہی لگتا تھا مگر جب ایک پرلس کانفرنس میں میں نے سوال کیا کہ اگر طالبان کے دور میں لاڑ کیوں کو تعلیم سے روکا جاتا تھا اور اب لاڑکوں کے مقابلے میں کتنی زیادہ لاڑکیوں نے داخلہ امتحان پاس کیا ہے تو وہاں برف کی خاموشی چھا گئی۔

وہاں جواب دینے کے بجائے میری بخش کنی کی گئی، مجھے کنارے لگایا گیا اور خاموش کر دیا گیا۔ کہا گیا کہ میں (ایک نفیاتی بیاری) کاشکاروں کیونکہ میں پچھلے تمبر، اون طالبان کی قید میں خوفناک آڑاںش سے گزری ہوں۔ اپنے قید کرنے والوں کی فرمابہاری یا کسی قسم کا کوئی نگاہ تو دور میں تو ان کے لیے ایک درست تھی۔ درحقیقت مجھے نہیں معلوم کہ رہائی پا کر بیرونی عائیت میرے بر طانیہ سمجھے جانے پر کون زیادہ خوش تھا، میں یا طالبان۔

میری رہائی کے اعلان کے وقت ایک پرلس کانفرنس میں غالباً عبدالسلام ضعیف نے کہا کہ یہ ایک بہت بری اور بدزبان خاتون ہے۔ مجھے طالبان نہیں پسند تھے اور یقیناً انہیں بھی میں بالکل تائید تھی۔ لیکن بحیثیت صحافی، میں نے صحافی کی اشاعت کو ہمیشہ اپنی ذمہ داری سمجھا ہے اور چوپانی یہ ہے کہ میرے قید کرنے والے میرے ساتھ جس محبت و احترام سے پیش آئے اس کی مجھے تو قسم نہ تھی۔ مزید یہ کہ میں دیکھ کر تھی کہ وہ اپنے ملک سے محبت کرتے تھے اور امریکا اور اس کے حواریوں سے اپنے ملک کو واپس حاصل کرنے کی جگہ میں ہمت ہارنے کو تیار تھے۔ آپ اس بات کو پسند کر سیں یا نہیں مگر طالبان نہ کبھی اپنے مقاصد سے ڈمگاۓ اور نہیں کبھی انہوں نے اپنا کوئی خفیا ایجاد کیا۔

Yvonne Ridley

اب ہمیں افغانستان کے بارے میں تمام تحفظات اور پریشانیوں کو کنارے کر دینا چاہیے۔ اب ان ہاتوں سے کوئی بیوقوف نہیں بن سکتا۔ امریکا، برطانیہ، نیٹو اور ان کے حامیوں کے پاس افغانستان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے، انسانی حقوق فراہم کرنے، جنکی مساوات اور بدنیوں سے پاک جمہوری حکومت قائم کرنے کے لیے ۲۰۲۰ء سال تھے، بگروہنا کام ہو گئے۔

۲۰۰۲ء میں فنڈ کی ترکیل دوبارہ شروع ہونے اور اس کے بعد کروڑوں ڈالر مزید فراہم کرنے کے باوجود عونوں کے حقوق کے ہلکے علاوہ مشکل کچھ ہی بہتر ہوا کہ اس بات میں کوئی بھت نہیں کہ وہاں کا دارالخلافہ دنیا کی بدنیوں ترین حکومت کا گھر ہے جو کہ اس وجہ سے ترقی نہیں کر پا رہا کہ وہاں کے لالجی سیاستدان افغانستان کی تغیر و ترقی سے زیادہ اپنی جیسیں ہونے کے فکر مند ہیں۔ اس لیے اس میں کوئی حیران کن بات نہیں کہ طالبان دوبارہ ملک بھر میں بھیل رہے ہیں اور اسی تیزی سے کشرواں حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں کہ اس نے بہت سے فوجی مدربوں کو تحریت میں ڈال دیا ہے۔ کچھ صوبوں میں طالبان کا واپسی پر خیر مقدم کیا گیا اور انہیں کی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا اور اب یہ آدھے سے زیادہ افغانستان کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں۔

۲۰۰۳ء سال تک طالبان کو شیطان صفت مشہور کرنے کے بعد بھی افغانستان میں ان کی پیروائی نے یقیناً مغربی حکومتوں اور ان کے زیر اثر میڈیا کو شرمندگی میں ہتھا کر دیا ہے۔ ہمیں ۹/۱۱ کے بعد روز بیانیا جاتا تھا کہ طالبان کی حکومت بے حد ظالم اور بے رحم ہے مگر درحقیقت ۹/۱۱ کے حادثہ میں طالبان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ یہ صرف اس وقت کے امریکی صدر جارج بیش اور اس کے محبوب چیلے، برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلجریہ کا بیانیہ تھا۔

وہ کہتے تھے کہ افغانستان میں بیجوں کے اسکولوں کو بند کر دیا گیا ہے اور بیجوں کو پنجمیں اُنے تک پر بابندی لگی ہے۔

یہ یا تین محض کہانی کوڑا نہ بانے کے لیے تھیں ورنہ اس میں ذرہ براہ راست صافت نہیں۔ درحقیقت اگر صحافی حفاظات معاملے کی چھان بین کرتے تو وہ با آسانی جان لیتے کہ اسکولوں ویران اور کھنڈ رصرف اس لیے ہو گئے تھے کہ ان کے پاس پیسے نہیں تھے، ملک کے بیشتر حصوں میں قحط پر گیا تھا اور یہ سب ملک میں

کے ساتھ کھوٹی رویے اور اسی طرح کے مگر معاملات پر بیانات دینا شروع کر دیے۔ صدر ایڈوان نے HDP پارٹی پر بابندی کے ہوائی سے جو بیانات دیے اس پارٹی کی انتظامیہ نے شدید تحفظات کا اظہار کیا، کیوں کہ اس پارٹی پر بابندی لگنے سے

ترکی میں آمرانہ نظام کو تقویت مل گی۔ ٹرمپ انتظامیہ کے برلن میں موجودہ انتظامیہ کا رویہ بالکل مختلف ہے۔ وسری طرف ایڈوان امریکی انتظامیہ کے رویے کو نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہ رہے ہیں، اب دیکھا یہ ہے کہ امریکی انتظامیہ اس روشن کو برقرار رکھتی ہے اور ترکی سے اپنے تعلقات کو سک میں ڈالتی ہے یا پھر یہ رغل صرف بیان بازی کی حد تک ہے۔

امریکی حکومت میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو موجودہ انتظامیہ پر یقیناً خاتم القدامت کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں۔

اپریل کے میئن میں ڈیبوکر میں کے ارکین نے اس بات پر زور دیا کہ انی حقوق کا مل لے کر آیا جائے، جس کے تحت ترکی میں ہونے القدامت پر ترکی حکام پر بابند بیان لگائی جائیں گی۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو ترک حکام کوی بابند ہوں کی زاد میں آئیں گے اور اس سے دونوں ممالک کے تعلقات شدید متاثر ہوں گے۔ تاہم ابھی صدر ایڈوان نے جس طرح کا ثابت روایا اختیار کیا ہوا ہے، ایسے میں امریکا کی طرف سے جارحانہ قدم اٹھانا کافی مشکل ہو گا۔

خلاصہ: ترکی اور مغرب کے تعلقات مستقبل اونچی نکاٹکار ہیں، دونوں فریقین اپنی اپنی پالیسیوں پر بھی کار بند رہنا چاہتے ہیں اور ان پالیسیوں کی بنیاد پر تعلقات کی خرابی کو اجنبی تک نہیں لے جانا چاہتے۔ یورپی ممالک ترکی پر سخت ترین پابند بیان بھی لگانا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ترکی کی طرف بثہت اقدام کے نتظر بھی ہیں۔ ہائیڈن کے آنے کے بعد سے ترکی امریکا کے تعلقات مزید خرابی کا شکار نہیں ہوئے تاہم دونوں ممالک اس بات کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ تعلقات کو بہتری کی طرف لے جایا جائے۔ تاہم دونوں ممالک اپنے اپنے موقف اور مطالبات سے بھی پچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں۔ اس ساری صورت حال میں جہاں صدر طیب ایڈوان اپنی صدارت کی مدت کو طول دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، امریکا کو چاہیے کہ ان کی ان کوششوں کو نظر انداز کر کے عالمی اجنبذے پر اپنی توجہ مرکوز کرے اور اس ہی سطح کے اہداف کے حصول کے لیے کوششیں کرنی چاہیں۔ (ترجمہ: حافظ محمد نویں)

"A cool, cautious calm: US-Turkey relations six months into the Biden administration". ("brookings.edu", July 2021)

لقبیہ: برتری اب رہی کہاں؟

ایک حقیقت اور بھی نہیاں ہے، یہ کہ امریکا سے یورپی یونین کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اپکس میں ۲۵ کامیاب ترین ممالک پر فخر دوڑا یہ تو اندازہ ہو گا کہ سیاسی، معاشری اور عسکری سطح پر امریکا کے حلفی یادوست گردانے جانے والے ممالک نے زیادہ کامیابی حاصل کی، ان کے آنکھیں نے زیادہ تجھے جیتے۔ اپکس کے تغتوں کی دوڑ میں آگے رہنے والے ممالک میں جیعن کا حلفی صرف روس رہا ہے۔ روس کی معاشری قوت کا مدار دو باقتوں پر ہے: خام قبیل اور گیس کی فروخت اور جدید ترین تکنیکیوں کے حامل تھیا اور دیگر فوجی ساز و سامان۔ تیسرا معاملہ کیمپ ہیک کرنے کی ہمارت کا ہے۔ ان تین معاملات سے ہٹ کر روسی عالمی سطح پر امریکا اور یورپ سے مسابقت کی پوزیشن میں نہیں۔

پتمان لکات امریکا اور جیعن کے درمیان قوت کے موازنے کے حوالے سے اہم ہیں تاہم یہ کہ توہن نہیں رہے کہ معاشری مواد کا اندازہ لکانا مشکل ہے۔ ہاں، جمهوری اور شوہن، شخصی آزادی اور دیگر متعلقہ معاملات پر ضرور بات ہو سکتی ہے۔ امریکا نے ڈونلڈ ٹرمپ کی صدارت کے دور میں جو چار برس گزارے ہیں ان سے یہ بتیں کیہے کی ضرورت ہے کہ امریکا کا اپنی برتری برقرار رکھنے کے لیے کچھ تھوں جائے۔ کھیل کے میدان میں حاصل ہونے والی کامیابیاں بھی اہم ہیں مگر دوسرے بہت سے معاملات ان سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ کچھ ایسا جائے جو برتری تا دیر برقرار رکھنے کا خاص ہو۔ جب تک امریکا اپنے ہاں بہترین صاحبوں کے حامل افراد کی تیاری کا عمل جاری رکھے گا، غیر معمولی معاشری قوت کا حامل ہونے پر بھی جیعن مسابقت کے حوالے سے مشکلات جھوں کرتا رہے گا۔

اپکس کے تغتوں کی دوڑ کا جائزہ لجیئے تو یہ کیہ کافیوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ جیعن کے بعد آزادی کے اختبار سے سب سے پہلے ملک بھارت کی کارکردگی بہت مایوس کن رہی اور معاملہ کھلیوں نکتہ تحد و نہیں رہا۔ بھارت دوسرے بہت سے معاملات میں بھی پست کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔ باصلاحیت اور شخصی افرادی قوت کا حامل ہونے پر بھی بھارت اب تک عالمی معیشت میں وہ مقام پانے میں کامیاب نہیں ہوا کہے جس کی توقع کی جاتی رہی ہے۔ زندگی مودی کی قیادت میں بھارت جمہوری عمل داری کے حوالے سے بھی زیادہ مبتلا کن کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکا ہے۔

(ترجمہ: محمد احمد خان)

"The U.S. still makes for a tough competitor against China".

(worldpoliticsreview.com". Aug. 11, 2021)

وہ کہا دیا۔ صدر صدام حسین (۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۳ء، عراق)، کریل صدر قذافی (۱۹۶۹ء سے ۲۰۱۰ء، لیبیا) اور زین العابدین بن علی (۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۱ء، تیمہیا) وہ تین ہیں جو ذہنوں میں آتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب یہ تینوں غرب کی پشت پناہی میں تھے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو تیمہری بات کی ضرور تصدیق کرتے۔ اشرف غنی عقل مند ہو گا اگر وہ اگلے کچھ تغتوں میں ہی

طالبان سے معاہدہ کر لے، قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے۔ وہ اپنی افغان سکیورٹی فورسز پر بھروسہ مانہیں کر سکتا کہ وہ اس کے لیے بنا تھواہ کے لیے جو بد عنوانی کی نظر ہو جاتی ہے۔ امریکا نے کروزوں ڈال افغانی فوج کو زوال سے بچانے کے لیے مخفی کیروڑہ پیسے کبھی سپاہیوں تک نہ پہنچ سکے۔ اسی لیے اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ افغان سکیورٹی فورس پچھلے کچھ تغتوں میں اپنی رفارکر ٹوبیہ اور کئی فوجی اپنی جانشیں بچانے کی حکومت سے نجات چاہتے ہیں تو یہاں کا مسئلہ ہے، جہاں نہیں۔

ہاں، لوگ اب بھی اس جگہ میں مارے جا رہے ہیں جیسا کہ پچھلے ۲۰ سال سے مارے جا رہے ہے۔ لیکن مخصوصوں کی اموات صرف اب مغربی میڈیا کی نظر میں اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء میں جب میں نے طالبان کی قید سے رہائی کے بعد افغانستان چھوڑا تو جگ پہلے ہی شروع ہو چکی تھی۔ کابل سے پاکستانی مرحد تک کے سفر کے دوران جو

میں نے دیکھا وہ ناقابل تردید بحوث تھا کہ اپنالوں سمیت عام شہری علاقوں پر بھی امریکا اور اس کے حواریوں کی نظر میں اہمیت سے بمباری ہو رہی تھی۔ اس وقت کسی کو عام شہریوں کی اموات کی تعداد سے غرض نہیں تھی۔

میں اکثر اپنے کالموں میں مغربی میڈیا اور اپنے کچھ ساتھی صحافیوں کی مناقبت اور دہرے معیار کا حوالہ دیتی ہوں، افغانستان میں مغربی مداخلت سے زیادہ اور کسی معاملے میں یہ مناقبت وہ رامیار واضح نہیں۔

آپ پسند کریں یا نہ کریں مگر طالبان واپس طاقت میں آ رہے ہیں۔ سیری یا اس تحریک میں موجود اپنے جانے والوں سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق مذاکرات ہی ان کی ترجیح ہے مگر ان کی قیادت اور اشرف غنی کی حکومت کے درمیان اعتماد کا رشتہ بہت ہی کمزور ہے۔ سچی یہ ہے کہ اشرف غنی میڈیوں پہلے ہی طالبان کے ساتھ پر اس نتیجے پر پہنچ سکتا تھا مگر اس نے ہمیشہ یہ خیال کیا کہ امریکا اس کی پشت پناہی کے لیے موجود رہے گا۔

اشرف غنی واپس طور پر چینی میڈیوں دے رہا۔ گذشتہ صدی میں امریکا کی جانب سے لگائے گئے آمریوں کی پھرست بہت بھی ہے، اور اتنی ہی لی فہرست ان کی ہے جنہیں پورپ اور واپسکن میں بینے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے ان کے دوستوں نے

تیونس بغاوت: دن گئے جا چکے ہیں؟

David Hearst

لوگوں کے فیصلوں پر عمل درآمد ہو، اسے پورا کرنے پر اتفاق ہوا ہے۔ مگر الجزائر کی طرف سے اس قسم کا کوئی بیان نہیں آیا۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ الجزائر کے نقطہ نظر کی طرف

کوئی دھیان نہیں دے رہا ہے تو الجزائر کے اگلے سرکاری افسر جن کا بیان سامنے آیا وہ وہاں کے چیف آف آری اشاف لیفٹیننٹ جرzel سعید منتظر یحییٰ تھے۔ انہوں نے کہا کہ الجزائر اور اس کے باشندوں کے خلاف جو سازشوں کے جال بچائے جا رہے ہیں وہ محض تخلیقی نہیں ہیں جیسا کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں بلکہ یہ حقیقت ہے اور سب کے سامنے عیاں ہے۔

کچھ دن قبل الجزائر نے سعودی ڈی جیل امریکی ڈی پر جھوٹی خبریں پھیلانے کا لازم لگا کہ اس کا لائنمن منوچ کر دیا۔ یہ جرzel کی جانب سے واضح پیغام تھا کہ سعودی عرب، محمدہ عرب امارات اور مصر اس معاملے سے پیچھے ہٹ جائیں۔

عامی مداخلت

الجزیر یا تیونس کو تپویں کارست سمجھتا ہے، اس لیے وہ تیونس اور لیبیا کے اندر ہونے والے اتفاقات میں بھر پور دھمکی لیتا ہے۔ مصر، تحدہ عرب امارات اور وہیں نے قدماً کے دور کے جرzel اور غدار ظیفہ منتظر کو لیبیا پر حکمران بنانے کی کوشش کی اور منتظر کی فوجیں لیبیا کے دارالخلافہ طرابلس کے مرکز سے چند کلو میٹر کے فاصلے تک پہنچ گئی تھیں جب تک کے ڈرون طیاروں نے مداخلت کر کے ان کو پیچھے دکھیلا اور وہیں منتظر ناکام رہا۔ اسی کی بدولت وہاں ایک تامم مقام حکومت تامم کی گئی ہے مشرق اور مغرب دونوں کی مشترک کرشناحت پناہی حاصل ہے۔

الجزائر کا سمجھتا ہے کہ لیبیا میں ناکامی کے بعد تحدہ عرب امارات اب تیونس میں اپنے ہن پسند تباہی حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ الجزائر کا یہ نقطہ نظر درست بھی ہو سکتا ہے۔

Middle East Eye کو بتایا کہ بغاوت کی کامیابی کے کوئی امکانات نہیں۔ انہوں نے قیس سعید سے درخواست کی ہے کہ وہ راشد الغنوشی سے گفت و شنید کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کس طرح مصر اور تحدہ عرب امارات نے اس بغاوت کو ہوا دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ تیونس میں ایک اور ہنڑا نہیں دیکھا جا تھے ہیں، وہ نہیں چاہتے ہیں کہ تیونس میں بھی ایک ایسی حکومت ہو جوان ممالک کی غلام ہو۔ یہ بہت صاف اور واضح ہے۔

اٹلی بھی تیونس کے حوالے سے فکر مندی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ وہاں کے سابق وزیر اعظم رومانو روڈی نے کہا ہے کہ جو کچھ تیونس میں ہو رہا ہے وہ محض ان کے اندر رونی مسائل

نائب ہیں، نے کہا ہے کہ انہیں تیونس میں جاری کشیدگی پر گھری تشویش ہے۔

قیس سعید کو جمہوری اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو کہ امریکا اور تیونس کے مابین تعلقات کو محکم کرے گا اور فوج کو آئینی جمہوریت میں اپنے کرونا کا جائزہ لیا ہو گا۔

انداز کرے کیونکہ اس سے امارتی اور سعودی حکومتوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے مالی طور پر مستحکم کریں گے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ ان وعدوں کو حقیقت سمجھنے لگے، اسے چاہیے کہ وہ سوڈانیوں سے پوچھئے کہ ان کا ان وعدوں کے بارے میں کیا تجویز رہا ہے۔

جب عمر العشر کو اپریل ۲۰۱۹ء میں صدرارت کی کرسی سے مزول کیا گیا تو سعودی عرب اور تحدہ عرب امارات نے سوڈان سے ۳ ملین ڈالر کی امداد کا وعدہ کیا تھا۔ اس امداد کا صرف ساڑھے سات سو لیکن ڈالر پہنچایا گیا اور جب سے ۲۰۱۹ء میں فوج کے ساتھ طاقت کی تقسیم کا معاهدہ ہوا ہے اس کے بعد سے کچھ نہیں پہنچایا گیا۔ اب ۲۰۱۹ء کے وعدے کو دو فا کر کے کی خاطر سوڈانیوں نے سوڈان میں ایک مشترک فنڈ میں ۳ ملین ڈالر سرمایہ کاری کا ایک اور وعدہ کیا ہے، جس کے مختص ۰۳ ملین ڈالر ہیں۔

وعدہ کرنا اور اسے وفا کرنا دو الگ چیزیں ہیں، جس کے متعلقہ اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے۔ اسی لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ تیونس کی معیشت میں بیرونی تрошیوں کی ادائیگی کی مدد میں ۲ ملین ڈالر کا متروکہ ہے۔ اسی لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ تیونس کی معیشت میں بیرونی حصہ دار (foreign stakeholders) کیا سوچتے ہیں اور وہ قیس سعید کو وہ نہیں کہہ رہے جو قیس سعید سنتا چاہتا ہے۔

تیونس اور اطالوی ڈرائیور کے مطابق جرمنی، اٹلی اور امریکی ضرائع نے اسے جلد سے جلد پارلیمنٹ کو بحال کرنے کا کہا ہے۔ تیونس سے باخبر ڈرائیور نے بتایا ہے کہ امریکا نے قیس سعید کو کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ مجتمع کرنے کی خاطر ایک بڑی ریلی کے انعقاد سے روک دیا ہے۔ ان ضرائع نے ایک پارٹی کے صدر اور پارلیمان کے ایک راشد الغنوشی سمیت دیگر پارٹیوں کے قائدین کو تائیدی پیغامات بھیجے ہیں۔

اگرچہ قیس سعید کو بھیج گئے غیرملکی پیغامات بھی طور پر ارسال کیے گئے مگر ان ممالک کی جانب سے مدتی میانات بھی سامنے آئے ہیں۔ امریکی سینٹر باب میڈیا ز جو کہ سعید کی خاتمة تعلقات کی کمی کے جیسے میں ہیں اور جمیل روڈی جو کہ ان کے

الجزائر سے ایک معتبر ڈرائیور نے مدل ایسٹ آئی (Middle East Eye) کو بتایا کہ باغیوں کا کوئی نقطہ نظر نہیں ہے اور یہ کہ الجزائر اب مزید کسی آمر کو تیونس پر حکمرانی کرتا برداشت نہیں کرنا چاہتا۔

تیونس کے صدر قیس سعید کی بغاوت اپنا اثر کھو رہی ہے۔ انہیں حکومت چلانے کے لیے جس بیرونی پشت پناہی کی ضرورت ہے وہ انہیں نہیں مل رہی اور اب داخلی امور کے حلقوں میں لوگوں کو اندازہ ہو رہا ہے کہ انہیں حکومت، ریاست اور عدالتی چلانے کے لیے کون لوگ ملے ہیں۔

صدر قیس سعید کے نقطہ نظر سے چھانٹی اور نیتی تھیں کے عمل کی رفتاری تیز نہیں کہ جتنی درکار ہے۔ ظہیر مغضوبی، جو کہ قیس سعید کی حکومت کی حامی پارٹی الحركۃ الشعب کے سیکرٹری جرzel ہیں، نے قیس سعید کی جانب سے پارلیمان کی محکمی کو مزید پچھاہنک طول دیئے کی تجویز پیش کی ہے۔

تیونس جیسے خشہ حال ملک کے لیے غیرملکی پشت پناہی بے حد اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے، جو کہ اپنے سرکاری شبے کی بڑے بیانے پر تجویز ہوں / اہم ہے۔ اسی لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ تیونس کی معیشت میں بیرونی تروشوں کی ادائیگی کی مدد میں ۲ ملین ڈالر کا متروکہ ہے۔ اسی لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ تیونس کی معیشت میں بیرونی حصہ دار (foreign stakeholders) کیا سوچتے ہیں اور وہ قیس سعید کو وہ نہیں کہہ رہے جو قیس سعید سنتا چاہتا ہے۔

تیونس اور اطالوی ڈرائیور کے مطابق جرمنی، اٹلی اور امریکی ضرائع نے اسے جلد سے جلد پارلیمنٹ کو بحال کرنے کا کہا ہے۔ تیونس سے باخبر ڈرائیور نے بتایا ہے کہ امریکا نے قیس سعید کو کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ مجتمع کرنے کی خاطر ایک بڑی ریلی کے انعقاد سے روک دیا ہے۔ ان ضرائع نے ایک پارٹی کے صدر اور پارلیمان کے ایک راشد الغنوشی سمیت دیگر پارٹیوں کے قائدین کو تائیدی پیغامات بھیجے ہیں۔

اگرچہ قیس سعید کو بھیج گئے غیرملکی پیغامات بھی طور پر ارسال کیے گئے مگر ان ممالک کی جانب سے مدتی میانات بھی سامنے آئے ہیں۔ امریکی سینٹر باب میڈیا ز جو کہ سعید کی خاتمة تعلقات کی کمی کے جیسے میں ہیں اور جمیل روڈی جو کہ ان کے

ہے۔ اس کی افواج نے جب ایک وکیل کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو تینی ہمارے یہ میں کو محاصرے میں لے لیا۔ سونے پر ہماگی یہ کہ وکلاء نے مخصوصی دھانی اور وکیل مہدی زگرو پر گرفتاری کے لیے دینے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ تکالا کو فوج اور عذر لیا جو کہ پاریمنٹ میں الکرامہ اتحاد کے چار دیگر ارکان پاریمنٹ جو کہ پاریمنٹ میں الکرامہ اتحاد کے ارکان تھے، کے خلاف مقدمات خارج کر دیے۔

میں ایک آمر populist کے خلاف جنگ یا اسلام پندوں کا پاریمنٹ میں غلبہ نہیں ہے۔ بلکہ اب زیادہ سے زیادہ تینی خود سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ آخر قسم تینیں کو کہاں لے کر جا رہا ہے؟

بیکھرہ روم کے ارگو دا اس کے پڑوی ممالک کے خلاف تھات بیانی دی طور پر براہ راست اور نمائندہ جمہوریت کے مابین بحث میں نہیں ہیں۔ وہ تینیں کے استھام کے بارے میں فکر مند ہیں۔ غیر معمولی قیمتیں سعید ایش خطرے کی وجہ تراویہ رہا ہے۔ وہ اس پر یقین کرتے ہیں، نہ بھروسہ اور نہ اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس بغاوت کے دن اب گئے چاچے ہیں۔

(ترجمہ: اکٹھر علیان)
"Tunisia coup: Why its days could be numbered". ("middleeasteye.net". Aug 5, 2021)

باقیہ: دیکھیں کیا اور دکھائیں کیا؟

کے صداق طالبان کی تھوڑات کے حوالے سے معاملات کو توڑ مردوڑ کرپیش کرنے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں زیادہ کامیابی نہیں ہی۔ سی این این کی ایک اسکرپشن نے جب کامل کی سرکوں پر لوگوں سے رائے لی تو اس کا راف لگایا۔ اس پر بھی دنیا کو یہ تاثر دیئے کی کوشش کی گئی کہ کامل پر طالبان کے متصروف ہونے کے بعد خواتین نے اس کا راف لینے میں عافیت جانی۔ بعد میں اسی اسکرپشن نے تباہی کا اس کا راف لینے کے لیے اس پر طالبان کی طرف سے کوئی دباؤ نہ تھا۔ یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔

طالبان رہنماء اللہ مجاهد نے کامل کے میدیا سینٹر میں پر لیں بھی ہنگ کے دوران فخر سے بتایا کہ کامل کی تحریر کو تین دن ہو چکے ہیں اور اس دوران پورے ملک میں ایک بھی تقیل ہوا کہ کی لوگوں کیا گیا۔ یہ ہے صورت حال۔ اب ذرا سوچیے کہ مغربی میڈیا کیا دیکھیں اور کیا دکھائیں۔ طالبان کی آمد اور انفغان حکومت کی تخلیں کے بعد کوئی ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہے بنیاد پر کہ مغربی میڈیا آؤٹ لائنس طالبان کو بدنام کرنے کی مم پر نکل سکیں۔ یہ ہے طالبان کی اصل کامیابی۔

نئے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ ایک نیا انقلاب ہے۔ انتزروپ کرنے والے نے سوال کیا کہ، "کیا یہ مسئلہ تینی لوگوں کا ہے کہ جو پڑھنے نہیں یا ان پارٹیوں کے ساتھ ہے؟" سعید نے جواب دیا، "یہ پارٹیاں اصل مسئلہ ہیں۔ ان کا کرد اراب ختم ہو چکا ہے۔"

انہوں نے تینیں میں سول سوسائٹی کی تنظیموں پر قابو پانے کے اپنے واضح ارادے کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس ایک پلان ہے جس کا مقصد تمام سول سوسائٹیوں کی جماعت کو ختم کرنا ہے، چاہے وہ مقامی ہوں یا غیر مقامی، کیونکہ یہ ہمارے معاملات میں مداخلت کے لیے استعمال ہوتی ہے، جو تینیں کے خلاف پیش قدمی تھی۔

یہ نہ تو کوئی منتشر ہے اور نہ ہی کوئی معاشر مصوبہ۔ جو باعیدن کی جانب سے دشمنی پیش کیا رہا ایک امریکی سفیر کو بر طرف کرنا تھا، جسے اتفاق سے خود اسی نے ایک سال قبل نامزد کیا تھا۔ اس کا اتفاقاً پر وگام دولت مندیٹھوں کے ذریعے غریب علاقوں کی بھرپائی کرنا ہے۔ یہ کوئی مصوبہ نہیں ہے اور نہ یہ کوئی نیا خیال۔ مالیاتی پالیسی کے متعلق اس کا خیال یہ ہے کہ وہ بیکوں سے شرح سود میں کی کام مطالبه کرے گا۔ در حقیقت یہ صدر کے کرنے کا کام نہیں بلکہ یہ مرکزی بینک کا کام ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے ترکی میں دیکھا ہے کہ یہ پالیسی مارکیٹ کے لیے سومند ثابت نہیں ہوتی۔

تینیں میں جمہوریت کو تمہریت میں بدلنے کے تنازع تینیں کے سرحد پار بھی بھیجنیں گے۔ ہم، اہل پورپ بیکھرہ روم کے جنوبی ساحل خطے میں پانیسا کی اثر درستخ ٹکھوڑے ہے ہیں۔ یہ سب کچھ اٹالی کو بلا واسطہ متاثر کر رہا ہے، نہ صرف کورونا وائرس کے پھیلنے کے خطرے کے سبب بلکہ ہماری ہجرتی کی بڑی تعداد کے محدود طور پر بھارت کے سبب بھی۔

ترک حکومت بھی تینیں میں ہونے والے واقعات کے بارے میں فکر مند ہے۔ کم از کم اس خدش کی بنا پر کہ مصر اور متحدہ عرب امارات کی انقرہ حکومت کے ساتھ حالیہ کشیدگی ترکی کو اصل کارروائی سے بھکانے کی سازش ہو سکتی ہے، جو تینیں کے خلاف پیش قدمی تھی۔

ترک کا لیبیا میں طاقت کا مقابلہ ہر فیصلہ کن تھا۔ اس نے نہ صرف خضر کی پیش قدمی کو روک دیا تھا بلکہ روس، متحدہ عرب امارات، اسرائیل، فرانس اور ان تمام ممالک کی سازشوں کو ناکام بنا دیا تھا جنہوں نے خضر کی بغاوت کی کوشش کو بھی نہ کبھی ابھارنے میں اپنا کروارا کیا تھا۔ لیکن کیا ترک طرابلس پر دباؤ برقرار رکھنے کے مصوبے میں اپنی نظریں تینیں سے ہٹا سکتا ہے جو کہ ہمیشہ اس کی نظر کا مرکز رہا ہے؟

قیس سعید کا نہیں دھر رہا
وہاں تینیں میں قیس سعید کو بھی نہیں ہن رہا۔ اطالوی سفارت کار اپنے سرکھار ہے ہیں۔ وہ تینیا یہ بات نہیں سمجھ رہا کہ جمہوریت تکشیر ہے ہے۔ یہ پاریمنٹ کے خلاف سرگرم، ان پر بد عنوانی کے اڑ رہاتے کا سورج پچاتے ایک عوامی اینڈر کی طرح نہیں۔

۲۰۱۹ء میں جب قیس سعید کو بھی تینیں کے خلاف بیانات دیتا ایک صدارتی امیدوار تھا، تب اس نے ایک انتروپو میں اپنا پلان واضح نہ دیا تھا۔ جب ان سے ان کے انتخابی پر وگام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا، "میں نے ایک پروجیکٹ (سالوں پر محیط) تجویز کیا ہے، ایک نیا داد۔ اب ایک نئی سیاسی موقع ہوئی ہوئی ہے اور ایک نیا کمیٹن۔"

قیس سعید نے کہا کہ اگر وہ صدارتی انتخاب جیت جاتا ہے تو وہ قانون ساز اسلامی کے انتخابات سے چھکارا پا لے گا۔ اس نے کہا، "مغربی ممالک میں پاریمنٹ جمہوریت دیا گیا ہے جو جنگی ہے اور اب اس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اپنے دیکھیں کہ فرانس میں سینٹو ویسٹ تحریک کے ساتھ اور ایکراز اور سوڈان میں کیا ہو رہا ہے۔ اب پارٹیاں ختم ہو جائیں گی۔ ہو سکتا ہے اس میں کچھ وقت لگے مگر چند سالوں میں، قہیاناں کا کروار ختم ہو جائے گا۔ تکشیر ہے بذات خود مددوم ہو جائے گی۔ ہم تاریخ کے ایک

افغانستان: جنگ کی خفیہ تاریخ

بگرام ایزیز میں میں امریکی نائب صدر کو فتنہ بنانے کی کوشش کے ذریعے طالبان نے یہ جاتا دیا کہ وہ جنوبی اور شرقی افغانستان میں اپنے گھر سے کسی بھی ہائی پر و فائل مقام پر بڑے بیانے کا جانی تھا۔

اور وہ سری طرف نائب صدر کی بھینی کے زندیک بھی جانے والے حملہ آور کے معاملے میں جھوٹ بول کر امریکی فوج عوام کو جنگ کے حوالے سے تاریکی میں رکھتے کی راہ پر چل پڑی۔

یہ کتاب، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ افغانستان میں آخر کہاں کہاں کیا کوتا ہیاں سرزد ہوئی ہیں۔ کس طور سباق صدور چارچ و کریش، برک اوبا اور مولانا مپ کی انتظامیہ نے اس سچائی کو دو عشروں تک چھپایا کہ کس طور امریکا ایک ایسی جنگ پارہتا ہے ابتداء میں امریکیوں کی اکثریت کی محابیت حاصل تھی۔ سچ بیان کرنے کے بعد تین صدور اور ان کے ماتحت کام کرنے والی انتظامیہ نے اپنی غلطیوں کو چھپانے کو ترجیح دی اور اس کے نتیجے میں جنگ میں بالادستی والا معاملہ نہ رہا۔ یوں صدر باسیدن کو اسی سال افغانستان سے امریکی افواج کا انخلاء کمل کرنے کا اعلان کرنا پڑا اور طالبان ۲۰۰۱ء کے بعد سے کسی بھی سرطے کے مقابلے میں ضبوط تر ہو کر ابھرے ہیں۔

امریکا نے افغانستان میں جنگ جاری رکھنے کے نام پر جو کچھ کیا وہ ایک طرف توغیرِ معمولی ہالی بوجھ کا باغ عث بنا اور وہ سری طرف یہ حقیقت بھی جھیلی نہیں کہ اس نام نہاد جنگ اور امریکا میں عام آدمی کو شدید احساسِ جرم سے دوچار کیا۔ افغان قوم پر ڈھانے جانے والے مظالم نے امریکا کے ہزاروں فوجیوں کو شدید نزعیت کے پریشان اور احساسِ جرم کے دائرے میں قید کر دیا ہے۔ قصور مردوں، عورتوں اور بچوں کو انداھا بند کر بکاری، گولا بکری اور فائزگ کے ذریعے موت کے لھاث اتارنے والے امریکی فوجیوں میں سے بہت سوں کواب تک مختلف وہنی عوامیں نے گھر رکھا ہے۔ جن فوجیوں نے یہ سب کچھ نہ جانتے ہوئے کیا وہ آج روحاںی طور پر اپنی ریشمی اور کھوکھلے ہیں۔

آج بھی امریکی فوج کو اندر رونی سطح پر اسی بحران کا سامنا ہے۔ افغانستان اور عراق میں لاکھوں بے قصور افراد کو موت کے لھاث اتارنے والے امریکی فوجی آج مختلف وہنی وروحاںی عوامیں کا شکار ہیں۔ بہت سے کمک پا گل ہو چکے ہیں۔ ضریکی خلاش بہت سوں کو اپنی بے چین رکھتی ہے۔ امریکا میں نفسی امراض کے علاج کے لیے اپناؤں کا رخ کرنے والے سابق فوجیوں کی تعداد بڑی تھی جا رہی ہے۔

(یہ صفحوں ۲۰۰۱ء کا ریکارڈ کو شائع ہونے والی کتاب کے اقتباسات پر بنی ہے)
"The Afghanistan papers: A secret history of the war". ("washingtonpost.com". Dec. 9, 2019)

ملک کو مزید تباہ کرنے کا عمل جاری رکھا گیا۔ نہتے افغان شہر یوں کو فتنہ بنانے میں کسی بھی سرطے پر شرم محسوس نہیں کی گئی۔

معروف امریکی اخبار "فائلن پوسٹ" کے روپر ڈریگ

چشم نلک نے طاقت کے نئے میں پھر ہو کر کسی بھی کمزور ملک پر چڑھ دوڑنے والے ممالک تاریخ کے ہر دور میں دیکھے ہیں۔ یہ دنیا اسی طور پر جلتی آتی ہے۔ طاقت روہ نہیں جو اپنی قوت کے ذریعے اپنے چیزے یا اپنے سے زیادہ طاقتور ملک سے کمپنی ہی تو مکو ہو کادیا۔ کتاب ۲۰۱۳ء میں کوائنمن یہاں شعر کے بیزنس تک شائع کی جا رہی ہے۔ کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے: "خودش بہار ۲۰۰۷ء کی صبح بگرام ایزیز میں پر ٹوپیوں کو ولہا میں پہنچا۔ وہ بکلی چیک پوسٹ پر افغان پولیس سے بیچ نہیں میں کامیاب رہا اور کم و بیش مرکزی دروازے کی طرف ایک چوچھائی میل تک پہنچنے میں کامیاب رہا۔ وہاں وہ ایک اور چیک پوسٹ کی طرف بڑھا۔ یہاں امریکی فوجی تعینات تھے۔ اس نے رکاوٹوں، پیدل چلنے والوں اور ڈریک کے ہجوم میں خودکش جیکٹ کا ٹیگر دیا۔ اس وحاصے سے ۲۰۱۴ء میں جب جمہوریت اور تہذیب سکھانے کا یقیناً الٹھیا تو ایک دنیا کوٹلی آتی۔ جو خود اپنی خونخوار اور بہتہ بیب ہے وہ دنیا کو تہذیب سکھانے لکھا ہے۔ صرف صدی سے زائد مدت کی

تاریخ گواہ ہے کہ امریکا نے مختلف خطوں کو کٹشوں کرنے کے لیے ان پر چڑھائی کی اور وہاں مستقل عکری موجودگی تینی بنا نے پر خاص توجہ دی۔ نکارا گواہ، پاناما، ویتنام، افغانستان اور عراق اس حوالے سے نمایاں ترین مثالیں ہیں۔ افغانستان میں دو عشروں تک امریکی فوج نے مغربی اتحادیوں کے ساتھ مل کر قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔

امریکا کے تین صدور نے افغانستان میں کمزور و نہتے شہر یوں پر بم بر سانے کے عمل کو جنگ کا نام دیا۔ افغانستان چیزے ملک کی کیا جو جان کسی بھی بڑے ملک پر حملہ کرے اور اسے تباہ کرنے کا سوچ بھی سکے۔ اور پھر امریکا؟ افغانستان کسی بھی حیثیت سے اور کسی بھی معاملے میں امریکا سے نکلا سکتا تھا؟ یہ تو سوچا جیسی جاسکتا۔ وہشت گردی کو ختم کرنے کا بہانہ تراش گیا۔ نائن الیون کے ذریعے فضائیاری کی اور جب معاملات قابو میں آگئے تو افغانستان پر چڑھائی کر دی گئی۔ طالبان اور القاعدہ کو کچلے کے نام پر پوری دنیا سے افواج جمع کی گئیں۔ کمزور اور نہتے افغانوں پر ٹکم ڈھانے کا پیر شرم ہاک عمل پوری دنیا نے مجرمانہ خاموشی سے دیکھا۔ وہ شروں تک ایک ایسا حال

ایو صباحث